

فتاویٰ الحقیقۃ کی روشنی میں

۲۶	جن کو غایت درجہ کا خوف الہی تھا امام حجت	۲	بین
	کی تقلید کو باعث نجات سمجھتے تھے	۴	ابن خلدون
۲۹	فقہ حنفیہ پر اوسے زمانہ میں اجماع	۵	ابن
	ہو گیا تھا۔	۵	وجہ
۲۶۷	بہت سے اولیاء اللہ امام صاحب کے	۸	
	مقلد ہیں۔	۹	
۳۵	سبقت تقلید	۱۱	
۱۱	تقلید انسان کی فطرت میں داخل ہے	۱۵	نفع ہے
۳۶	فقہاء کی تقلید کی ضرورت قرآن مجید	۱۶	ہے
	سے ثابت ہے۔		
۳۸	ابن حزم تقلید کو جائز کہتے ہیں	۱۷	یق کی
۴۰	فقہاء کی تقلید مذموم نہیں ہو سکتی	۱۷	
۴۱	کوئی ضرورت نہیں کہ جو کوئی قرآن و	۱۸	پیش کیا
	حدیث پیش کرے اوس کی بات		
	مان لی جائے۔	۱۹	ب
۴۵	عمل بالحدیث کا دھوکا	۲۰	بلاد
۴۷	وہی حدیثیں معتبر نہیں جو مجتہد مطلق		سب
	کے ذریعہ سے پہنچیں	۲۲	
۴۶	اس زمانہ میں کوئی مجتہد نہیں ہو سکتا	۲۳	ضیہ
۴۷	صحابہ میں کل حدیثیں صحابہ کرام میں		
۴۸	نہیں تھیں کہ کسی کا بیان یہ تھا کہ وہ خلافت کا	۲۴	ن

۸۰	فقہاء اور محدثین کے طریقہ کا موازنہ	۵۹	ترک تقلید کی ابتدا اور تاریخی حالات
۸۱	فقہاء کی توسیع نظر	۵۳	ظن غالب شریعت میں معتبر ہے
۸۲	ایک اعتراض اور اس کا جواب	۵۵	محدثین توفیق کی صحت کا انکار نہیں کر سکتے
۸۵	ایضاً	"	بخاری کی مخالفت سے لازم نہیں کہ
۸۶	غیر مقلدون کے استدلال کا جواب	"	کل احادیث کی مخالفت ہو۔
۸۷	تقلید شخصی	۵۶	بخاری کی کل حدیثیں امام صاحب کے
۸۸	صحابہ کو تقلید شخصی کی ضرورت تھی	"	پیش نظر تھیں۔
۸۹	ضرورت تقلید	۵۷	مجتہدین کو بعض احادیث کو ترک
۹۲	صحابہ نے بھی تقلید کی	"	کرنے کی ضرورت تھی۔
۹۳	مجتہد صحابہ نے بخوف فتنہ تقلید کی	۶۰	محدثین بھی احادیث کو ترک کر دیا کرتے
۹۴	اپنے امام کی مخالفت جائز نہیں	۶۱	امام بخاری رحمہ نے ہزار ہا حدیثوں کو
۹۶	محدثین نے بھی تقلید کی	"	ساقط کر دیا۔
۱۰۴	محدثین نے تقلید شخصی کا طریقہ بتلایا	۶۲	بحث حدیث مرسلہ
۱۰۵	امام بخاری رحمہ کے حالات	"	محدثین کو تقلید احادیث کی ضرورت
۱۰۵	امام بخاری رحمہ موسیٰ مبارک تبرکات پر تھے	۶۴	حدیث معن میں بحث
۱۰۷	امام صاحب کے مطاعن پر بحث	۶۷	خبر واحد پر عمل کی ضرورت
۱۰۸	امام صاحب کے بغض کے اسباب	۷۰	محدثین کے شروط ضرورت سے زائد ہیں
"	امام بخاری رحمہ پر محدثین کا طعن اور	۷۲	کتاب فقہ اہل سنت پر بحث
۱۱۳	ادون کی بدنامی	۷۴	اکثر اکابر چھتہ وغیرہ حنفی ہیں
۱۱۴	بعد اطلاع محدثین کا رجوع کرنا امام صاحب	۷۵	مذہب اربعہ کی حقانیت پر اولیٰ اللہ کا
"	کی بدگمانی سے	۷۷	فقہ حنفیہ میں اہل سنت کا مذہب بھی
۱۱۶	اکابر محدثین نے بدگوئیوں کو ضرورت کی	"	داخل ہے
۱۱۶	امام صاحب کے توبہ کا قصہ	۸۰	تعلیم بن عامل بالحدیث میں

۱۲۷	۱۲۸	۱۲۹	۱۳۰
۱۲۸	۱۲۹	۱۳۰	۱۳۱
۱۲۹	۱۳۰	۱۳۱	۱۳۲
۱۳۰	۱۳۱	۱۳۲	۱۳۳
۱۳۱	۱۳۲	۱۳۳	۱۳۴
۱۳۲	۱۳۳	۱۳۴	۱۳۵
۱۳۳	۱۳۴	۱۳۵	۱۳۶
۱۳۴	۱۳۵	۱۳۶	۱۳۷
۱۳۵	۱۳۶	۱۳۷	۱۳۸
۱۳۶	۱۳۷	۱۳۸	۱۳۹
۱۳۷	۱۳۸	۱۳۹	۱۴۰
۱۳۸	۱۳۹	۱۴۰	۱۴۱
۱۳۹	۱۴۰	۱۴۱	۱۴۲
۱۴۰	۱۴۱	۱۴۲	۱۴۳
۱۴۱	۱۴۲	۱۴۳	۱۴۴
۱۴۲	۱۴۳	۱۴۴	۱۴۵
۱۴۳	۱۴۴	۱۴۵	۱۴۶
۱۴۴	۱۴۵	۱۴۶	۱۴۷
۱۴۵	۱۴۶	۱۴۷	۱۴۸
۱۴۶	۱۴۷	۱۴۸	۱۴۹
۱۴۷	۱۴۸	۱۴۹	۱۵۰
۱۴۸	۱۴۹	۱۵۰	۱۵۱
۱۴۹	۱۵۰	۱۵۱	۱۵۲
۱۵۰	۱۵۱	۱۵۲	۱۵۳
۱۵۱	۱۵۲	۱۵۳	۱۵۴
۱۵۲	۱۵۳	۱۵۴	۱۵۵
۱۵۳	۱۵۴	۱۵۵	۱۵۶
۱۵۴	۱۵۵	۱۵۶	۱۵۷
۱۵۵	۱۵۶	۱۵۷	۱۵۸
۱۵۶	۱۵۷	۱۵۸	۱۵۹
۱۵۷	۱۵۸	۱۵۹	۱۶۰
۱۵۸	۱۵۹	۱۶۰	۱۶۱
۱۵۹	۱۶۰	۱۶۱	۱۶۲
۱۶۰	۱۶۱	۱۶۲	۱۶۳
۱۶۱	۱۶۲	۱۶۳	۱۶۴
۱۶۲	۱۶۳	۱۶۴	۱۶۵
۱۶۳	۱۶۴	۱۶۵	۱۶۶
۱۶۴	۱۶۵	۱۶۶	۱۶۷
۱۶۵	۱۶۶	۱۶۷	۱۶۸
۱۶۶	۱۶۷	۱۶۸	۱۶۹
۱۶۷	۱۶۸	۱۶۹	۱۷۰
۱۶۸	۱۶۹	۱۷۰	۱۷۱
۱۶۹	۱۷۰	۱۷۱	۱۷۲
۱۷۰	۱۷۱	۱۷۲	۱۷۳
۱۷۱	۱۷۲	۱۷۳	۱۷۴
۱۷۲	۱۷۳	۱۷۴	۱۷۵
۱۷۳	۱۷۴	۱۷۵	۱۷۶
۱۷۴	۱۷۵	۱۷۶	۱۷۷
۱۷۵	۱۷۶	۱۷۷	۱۷۸
۱۷۶	۱۷۷	۱۷۸	۱۷۹
۱۷۷	۱۷۸	۱۷۹	۱۸۰
۱۷۸	۱۷۹	۱۸۰	۱۸۱
۱۷۹	۱۸۰	۱۸۱	۱۸۲
۱۸۰	۱۸۱	۱۸۲	۱۸۳
۱۸۱	۱۸۲	۱۸۳	۱۸۴
۱۸۲	۱۸۳	۱۸۴	۱۸۵
۱۸۳	۱۸۴	۱۸۵	۱۸۶
۱۸۴	۱۸۵	۱۸۶	۱۸۷
۱۸۵	۱۸۶	۱۸۷	۱۸۸
۱۸۶	۱۸۷	۱۸۸	۱۸۹
۱۸۷	۱۸۸	۱۸۹	۱۹۰
۱۸۸	۱۸۹	۱۹۰	۱۹۱
۱۸۹	۱۹۰	۱۹۱	۱۹۲
۱۹۰	۱۹۱	۱۹۲	۱۹۳
۱۹۱	۱۹۲	۱۹۳	۱۹۴
۱۹۲	۱۹۳	۱۹۴	۱۹۵
۱۹۳	۱۹۴	۱۹۵	۱۹۶
۱۹۴	۱۹۵	۱۹۶	۱۹۷
۱۹۵	۱۹۶	۱۹۷	۱۹۸
۱۹۶	۱۹۷	۱۹۸	۱۹۹
۱۹۷	۱۹۸	۱۹۹	۲۰۰

وَمِنْ أَوْلَادِهِ خَيْرٌ أَيْمَنُهُ الدِّينُ

(*)

الحمد لله كتاب مستطاب بنمونه لآل نبيقت نقد و حقايت فضا

مستطاب قول كبار علماء شكر الله سعيهم و افاض على العالمين بركاتهم

مسمي به

الفقه حقيقه

حصه دوم

مولفه حقايق آگاه فضايت و نگاه حضرت آنا مولوي حاجي حافظ محمد نور الله صاحب

با اتمام احقر الزام خواج غلام غوث بغدادی عشق غفر الله له

(*)

مطبع و ناشر آقا شيخ محمد باقر آملی

الفقہ الحقیقہ

حصہ دوم



سبحان اللہ العظیم

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على من لا نبي بعده
 أما بعد اب تہڑا سال فقہ حنفیہ کی تدوین اور اسکی شہرت اور مقبولیت اور اس پر اجماع ہو چکا بھی
 میں لیجئے امام صاحب کی پیدائش سنہ ۱۰۰۰ ہجری میں ہے جو صحابہ کی موجودگی اور اعلیٰ درجہ کی برکت کا
 زمانہ تھا اور انتقال سنہ ۱۰۷۰ ایک سو چالیس ہجری میں ہوا اس ستر سال کی عمر کا ایک بڑا حصہ اپنے تحصیل علم
 میں صرف کیا اس کے بعد جہاد بن سلیمان کے حلقہ میں فقہ حاصل کرنے کی غرض سے گئے چنانچہ
 شمس الضحیف بن امام سیوطی رہنے لکھا ہے کہ امام صاحب فرماتے ہیں کہ ہر روز میں ان کے حلقہ میں آیا
 کرتا اور ان سے سنتا یاد کرتا جب سے روزہ پڑھے ہوئے سبق کا اعادہ کرتے تو دوسرے
 دن میں اس کا تکرار کرتے اور میں بے کم و کاست بیان کر دیتا اس وجہ سے علماء نے حکم دیا کہ اس کے
 سوا کے اور فقہ سے کوئی نہ بیٹھے دس سال تک یہ حاضر باشی اور مستفاد رہا ایک روز میرے
 اس نے خواہش کی کہ فقہ میں بہرہ کافی حاصل ہو گیا ہے اس لئے اپنا حلقہ علحدہ بنالیا جائے چنانچہ
 اس نے اپنے حلقہ میں نکلا جب علماء میں داخل ہوا اور علماء کو دیکھا تو جرات نہ ہوئی کہ استاد کے مقابلہ
 میں خود سر میں کا دعویٰ کر دے چنانچہ حسب عادت شیخ کے حلقہ میں بیٹھ گیا۔ قصداً اسی رات اونکو
 خبر ہو چکی کہ بصرہ میں اونکے کوئی قرابت دار تھے اور انکا انتقال ہوا اور سو بسے اونکے کوئی دوسرا
 وارث نہیں نہیں ہستے ہی مجھے اپنا جائزین کر کے وہ روانہ ہو گئے اور وہ بیٹھ گیا میں نے اس کو
 کو انجام دیتا رہا اس عرصہ میں ساتھ ساتھ ایسے پیش ہوئے کہ اونکا حکم میں نے ختم کیا اور انکا
 جواب تو دیدیا مگر وہ لکھ کر رکھا جب وہ واپس تشریف لائے میں نے وہ مسائل اور اپنے
 جوابات پیش کئے انھوں نے چالیس مسلوں میں اتفاق کیا اور بیس مسلوں میں مخالفت

کی اوس کے بعد میں نے قسم کھائی کہ اب اون کے علقہ کو کسی نہ چھوڑ دوں گا۔
 اب غور کیجئے کہ فقہ کیسی چیز ہے کہ امام صاحب کا وہ تبر علی اور اوس پر وہ عداد اولیٰ علیہ السلام
 نعم و ذراست جبر کا بڑ محمد میں رشک کرتے تھے باوجود اس کے دس برس تک ایک شخص
 شفیق استاد سے سیکھتے رہے مگر منور ایک ٹلٹ کی کسر باقی رہ گئی پھر استاد کے انتقال
 تک اونھی کی خدمت میں رہے اور ان کے انتقال کے بعد جب مسلمانوں کو ضرورت ہوئی جب
 بھی فتویٰ دینے پر حرات نہیں کی چنانچہ امام موفق رحمہ نے لکھا ہے کہ جب حاد ورم کا انتقال
 ہوا تو ان کے اصحاب نے امام صاحب کو اون کی جانشینی پر مجبور کیا تو امام صاحب نے قبول
 نہ کیا آخر اس بات پر فیصلہ ہوا کہ اون میں سے دس صاحب ایک سال تک امام صاحب کے
 ساتھ رہ کر ہر مسئلہ کے فتویٰ میں تائید و یا کفرین چنانچہ ایسا ہی ہوا اوس کے بعد تو میں نے
 مسئلہ ذالی اور ایک مجلس ایسی قائم کی جسکے اراکین اہل حدیث تھے روحانیہ میں لکھا ہے
 فقہ کے وقت امام صاحب کے پہلے ایک ہزار علماء کا مجمع تھا۔ جن میں چالیس مسلمان
 پاپس کے تھے کہ رجم و اجتہاد کو پہنچ گئے تھے اون سے آپ نے فرمایا دیکھو فقہ کو میں نے
 لگام تو لگا دی ہے اور شمارے لئے زمین بھی کس دہی ہے اب تم میری مدد کرو صاحب
 کوئی مسئلہ پیش ہوتا تو اون سے مشورت کرتے اور جو کچھ انہار و انار او کو یاد و جوتے رہتے
 اور جو خود کو یاد ہو رہتے بیان کرتے۔ پھر بعض مسائل میں ایک ایک مہینہ تک مناظرہ ہوا
 جب بالاتفاق وہ مسئلہ طے ہو جاتا تو او دس فرم سے اس کے لکھنے کو فرما دیتے اس طرح
 اصولی مدون ہو گئے۔ اٹھی۔

اب غور کیجئے کہ جو مسئلہ اتنی تحقیقات سے اور مدد محمدین کے اتفاق سے طے ہوا تھا تو
 کیا ممکن ہے کہ مخالف قرآن و حدیث ہوتا ہو گا۔

سیرۃ النعمان میں لکھا ہے کہ خطیب بغداد نے وکیع بن الجراح کے حال میں لکھا ہے
 کہ ایک موقع پر وکیع کے پاس چند اہل علم جمع تھے کسی نے کہا کہ اس مسئلہ میں ابو حنیفہ نے
 غلطی کی ہے وکیع بولے کہ ابو حنیفہ کی بزرگوار غلطی کر سکتے ہیں۔ ابو یوسف اور قریاس میں سچی بنیاد
 حفص بن غیاث۔ حیان۔ مندل حدیث میں۔ قاسم بن معن لغت و عربیت میں اور او دلال

کے محدثین کو ہونا چاہئے وہ سب امام صاحب کے حلقہٴ درس میں پیش ہو چکے اور ان کے ہونا معلوم ہونے کے بعد صدائے محدثین نے ان کو مدون کر لینے کی اجازت دی ہے جس سے ثابت ہے کہ فقہ کا ہر ایک سلسلہ صدائے اساتذہ محدثین کے اتفاق سے طے ہو چکا ہے۔

ح۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اسلام میں ابو حنیفہؒ کے ساتھ ہزار قول ہیں۔ اسے یہاں سے اتنے مسئلہ فقہ کے آئینہ لکھے ہیں۔ یہ روایت نقل کر کے امام نوویؒ نے ایک فقہ کا قول ذکر کیا ہے کہ تراویح چار رکعت امام صاحب نے لکھے ہیں جن میں انہیں ہزار عبادات میں ہیں اور یہاں سے اتنے مسائل ہیں۔ چونکہ امام مالکؒ امام وقت اور مرجع اہل حدیث تھے اور علاوہ اسکے ایک اقامت مدینہ طیبہ میں تھی جہاں محدثین اور علماء کا آنا ضروری ہے۔ اسلئے امام صاحب کے حلقہٴ درس میں جو محدثین شریک ہوتے تھے ان سے بھی ملاقات ہو کر کرتی ہے۔ اور ان کی دینی مسائل فقہ کی تصدیق و تواتر معلوم ہوتی اور ان کی انھوں نے خبر دی اس پر وجہ سے کوئی شک کا لفظ نہیں فرمایا اور اس امر سے انکار اور نفرت ظاہر کی۔ یہ بات قابل تصدیق ہے کہ اگر یہاں سے فقہ کی خبر امام مالکؒ نے دی ہے اگر خلاف قرآن و حدیث ہوئے تو وہ کافری تھا کہ کہنے کا طعن کر دیتے کہ وہ سب خلاف قرآن و حدیث ہیں اور کہے کہ اپنی تارضامندی تو وہاں سے ظاہر کرتے۔ مگر تارضامندی کیسی وہ تو امام صاحب کے اقوال کو نہایت وقعت کی نظر سے دیکھتے تھے چنانچہ امام نوویؒ نے مناقب میں لکھا ہے کہ محمد بن عمر الواعظی کہتے ہیں کہ امام مالکؒ اکثر ابو حنیفہؒ کے اقوال کی تلاش کیا کرتے اگرچہ ظاہر اُبیان نہ کرتے مگر اکثر ان اقوال کے منطوق منقول دیا کرتے تھے۔ انھیں۔

سہی وجہ سے کہ اکثر ان کے اور امام صاحب کے اقوال میں طابقت یا مناسبت ہو کر کرتی ہے جیسا کہ تب فقہ سے ظاہر ہے۔

یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ امام صاحب کے تلامذہ نے امام صاحب سے جو اختلاف کیا ہے اس کی کیا وجہ اور اس کا جواب موقع نے مناقب میں لکھا ہے کہ پہل بن مزاحم کہتے ہیں کہ جن مسائل میں ابو یوسفؒ نے امام صاحب کا خلاف کیا ہے اس کی وجہ یہ ہوئی کہ انہوں نے امام صاحب کے اقوال کی وجہ نہیں سمجھی۔ انھیں۔ فی الحقیقت امام صاحب کی نظریات غاصب تھی۔ چنانچہ

بیشتر اسکا حال معلوم ہوا۔ اور امام ابو یوسفؒ خود بھی کہتے ہیں کہ جس مسئلہ میں میرا اور امام صاحب کا
قول موافق ہو گیا تو میرے دل میں قوت اور یقین پیدا ہوتا تھا اور جس مسئلہ میں ان کے قول کو چھوڑ دیا
تو دل میں ضعف اور شک پیدا ہونے کے برابر رہتا تھا حالانکہ میں صحیح کہتے ہیں کہ یہ بات میں نے
خود ابو یوسفؒ سے سنی ہے ذکرہ الامام للموفق فی المناقب۔

قرین پر غور کرنے سے اس اختلاف کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ جن مسائل کی طرف سے کہنہ وقت
وہم پر غور ہے اور امام صاحب کی تقریر اور مسائل میں نہیں بنی اون میں غور اور غور
اونکو ضرورت ہوئی ورنہ تقریر اگر سن لیتے تو خود حالت اذعان اور انکشاف پیدا ہو جاتی جسے
بجا ہوا دیکھنے کی ضرورت ہی ضرورت ہی۔ کیونکہ وہاں یہ قاعدہ ٹھہرا ہوا تھا کہ جب تک کوئی مسئلہ
بہتر طور پر طے نہ ہو جاتا ہے کے قابل نہیں سمجھا جاتا تھا اسوجہ سے بعض مسائل میں ایک
ایک جیسے حکم مناظرے ہوتے رہتے۔ اور اثنائے مناظرہ میں کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ امام
اس مسئلہ سے جرح کرتے تھے مگر آخر میں تقریر فیصلہ کا انحصار تھا ایسی ہوا کرتی تھی کہ اس کے
مناظرہ میں کوئی سر نہ اٹھا سکتا بلکہ سب کے دلوں میں اس سے ایک انبساط کی کیفیت پیدا ہوتی
جس سے سب اختیار نعرہ اللہ اکبر بلند ہوتا تھا۔

آخر میں جب تمام اہل ملکہ اسکو تسلیم کر لیتے اور وقت امام صاحب اور اسکو لکھنے کا حکم ہوتا تھا
ہرگز قرین قیاس نہیں کہ امام ابو یوسفؒ جیسے شخص کسی مسئلہ میں اپنا شک بیان کرتے رہیں اور
امام صاحب ان پر غور نہ کر کے اس مشکوک مسئلہ کو طے شدہ مسئلوں میں تصور کر لیتے ہو گئے ہوں
طریقہ کیا امام صاحب ابو یوسفؒ ہی کو طے شدہ مسائل لکھنے کو کہا کرتے تھے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا
اگر انکو کسی مسئلہ میں شک رہ جاتا تو کہہ دیتے کہ حضرت خود مجھی کو امین اب تک شک باقی ہے
پھر اسکو طے شدہ مسائل میں کیونکر لکھوں بہر حال یہ ہرگز قرین قیاس نہیں کہ ابو یوسفؒ
کسی مسئلہ کی تحقیق میں شریک رہے ہوں اور انکو شک رہ گیا ہو۔ ان یہ ممکن ہے کہ بعض سال
کی تحقیق میں وہ شریک نہ ہو سکے کیونکہ تین تین سالہا سال ہوتی رہی اس مدت میں وہ بالآخر
ہر روز صبح سے شام تک حاضر رہتا تھا۔ اس غیر حاضری کے زمانہ میں جو مسائل
طے ہو گئے تھے ان میں انکو اجتہاد کرنے کی ضرورت تھی کیونکہ وہ بھی آخر چھتہ تھے پھر امام صاحب

کہ جن اقوال کی وجہ ان کے سچے مین و آئی مجبوراً انہوں نے اور مین خلاف کیا۔

ابو یوسف کا قیاس یہ تھا کہ حنفی المذہب کو صرف ابو حنیفہ کی اتباع چاہئے ابو یوسف کا قول

ہے کہ کوئی ضرورت نہیں مگر چونکہ ابو یوسف امام صاحب کے اہل و وجہ کے شاگرد ہیں اور

انہوں نے خود اعتراف کیا ہے کہ اپنا ذاتی کوئی قول نہیں بلکہ امام صاحب کے کسی قول کا انشیا

کر لیتے ہیں اسلئے انکی اتباع بھی امام صاحب ہی کی اتباع ہے چنانچہ ائمہ دین کے ہاں

وفی آخر الحادی القدیمی واذا اخذ بقول واحد منہ لعلہ قطعاً انہ یکون احداً

بقول ابی حلیفہ فانہ سوری عن جمیع اصحابہ من الکبار کابی یوسف و ابن

الحسن انہ قالوا ما قلنا فی مسئلہ قول الامام و سواتنا عن ابی حلیفہ

واقموا علیہ ایما فاضلاً طاریکے جب ابو یوسف وغیرہ تلامذہ امام صاحب تحت بحث

تحت بحث کرتے ہیں کہ کوئی قول اور کذا ذاتی نہیں بلکہ وہ بھی امام صاحب ہی کے قول ہیں تو ان

تصاریف کی اتباع سے حقیقی شخص حقیقت سے غلط نہیں ہو سکتا کیونکہ ممکن ہے کہ جو قول امام صاحب

کی طرف منسوب ہے وہ صحیح ہو۔ لیکن شک نہیں کہ جب ایک مسئلہ میں متحد قول امام صاحب

کے مروی ہوں تو قطعی طور پر یقینی بہ قول معلوم کہ ماہر شخص کا کام نہیں اسلئے فقہائے حنفیہ مین

جو اصحاب الترتیب سمجھے گئے ہیں انہوں نے جس روایت کو یقینی یہ کہیادی امام صاحب کا یقینی

قول سمجھا جائیگا جس سے تقلید شخصی امام صاحب کی ثابت ہوگی۔ اس مقام میں صاحب المختار نے

یہ اعتراف کیا ہے کہ جو قول امام صاحب کا ظاہر الروایہ سے خارج ہو وہ مرجوح ہے

اسلئے ابو یوسف وغیرہ کے اقوال پر عمل جائز نہ ہونا چاہئے اسلئے کہ ہم حنفی مین ابو یوسف وغیرہ

پھر اسکا یہ جواب دیتے ہیں کہ امام صاحب نے اور صاحبون کو اجازت دی تھی کہ جو قول اپنی ذمت

میں موجب پائین اوسی پر عمل کریں اور یہ بھی فرمایا تھا کہ واضح الحدیث فہو مذہبی۔ اس وجہ سے

ان تصاریف نے جس قول کو مطابق حدیث پایا اوپر عمل کیا اس صورت میں ظاہر الروایہ سے

خارج اقوال بھی من جمیع الوجہ مرجوح عنہ نہونے اور انکی اتباع سے ہماری حقیقت میں خرق

نہ آئے گا۔ انھی لخصاً۔

اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ظاہر الروایہ کے کسی قول سے امام صاحب ترجیح کیا ہی نہیں

اور یہ صاحب نے غلط روایت پر عمل کیا ہے تو بھی ابوہریرہؓ سے خارج نہیں
 اس لئے کہ وہ محدث ہیں تو محدثی کے تحت میں مجتہد مطلق نہیں کیونکہ جو تو اعدائے اہل بیت
 سے تھے ان کے جہنم وہ ان سے خارج نہیں ہو سکتے تھے اس لئے اصحاب الترتیب اگر امام ابوہریرہؓ کے
 قول پر عمل کرتے تو وہ بھی دراصل امام صاحب ہی کا پیروکار ہوتا۔

یہ بات بھروسے کے واضح الحدیث مذکورہ میں کامطلب یہ نہیں ہے کہ امام صاحب کی صحت کا
 ہے بلکہ کسی حدیث پر عمل کرنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ حدیث صحیحہ کے معیار
 حدیث کی اسناد صحیح بھی ہو کرتی ہے۔ اور یہ بھی ضروری ہے کہ قرآن کے یا قیاس صحیح کے معیار
 نہ ہو جیسا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حدیث من قال لا الہ الا اللہ پر عمل نہیں کیا اس
 کے سے قیاس صحیح کے معارض تھی۔

غرض کہ آخری زمانہ والے امام صاحب کے اس قول سے نفع نہیں اٹھا سکتے اس لئے کہ جب تک امام
 مجتہد نہ ہوتا ہی ضروری امور کی پابندی کر کے حدیث سے کوئی مسئلہ ثابت نہیں کر سکتا۔
 تقریر بالا سے یہ بات معلوم ہوئی کہ امام صاحب نے صدائے محدثین کے مجمع میں ہزار اسلئے
 فقہ کے قرآن و حدیث سے استنباط کئے اور ان کے اتفاق آرا سے فن فقہ کو مدون کیا۔ اب ہم
 چند اقوال کا تجزیہ کے نقل کرتے ہیں جو فقہ حنفیہ کے باب میں فاروقین سے معلوم
 ہو گا کہ محدثین رحمہم اللہ کتب فقہ کو کس وقعت کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔

مک عبد اللہ بن داؤد الخیر ہی کہتے ہیں کہ جو شخص چاہے کہ جہل کی ذلت سے نکلے فقہ حاصل
 کرے اس کو چاہئے کہ ابوحنیفہ کی کتابوں کو دیکھے۔

دیکھئے انہوں نے فقہ حنفیہ کو علم اور اس کے نہ جانے کو جہل قرار دیا۔
 ایک حوالہ کہتے ہیں کہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص ابوحنیفہ کی کتابیں نہ دیکھے اس کو
 فقہ میں تبحر نہیں ہو سکتا۔

سیرۃ النعمان میں لکھا ہے کہ امام شافعیؒ ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ میں نے امام محمدؒ سے
 ایک بار عشرہ علم حاصل کیا ہے اور اس کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ ہمارے زمانہ کے علم و نظر
 اس روایت سے کم ہے اور وہ اسکو حنفیوں کی گھڑت سمجھیں گے مگر انکو معلوم ہو نا چاہئے

اک علامہ بخاری نے جو مشہور محدث ہیں اس روایت کی تصدیق کی ہے دیکھو تھناب اللسان اور تھناب
الجزیرہ امام محمد کشف بزدلی میں لکھا ہے کہ ابی عبیدہ قاسم بن سلام امام شافعی سے روایت کرتے
کہ انہوں نے فرمایا کہ جو فقہ سیکھنا چاہے تو ابو حنیفہ کے اصحاب کی صحبت اختیار کرے۔ حدیث کی تعلیم
میں حضرت ابو حنیفہ کی کتابوں کے مطالعہ سے فقیہ ہوا اگر ارون کا زمانہ نہیں پاتا تو انکی مجلس
کبھی نہ چھوڑتا۔

حضرت عبد اللہ بن مبارک نے ایک روز یہ روایت بیان کی حدیث ثنائہ ائدہ ائدہ ائدہ
الحسن قال یقولوا من تلحدون هذا الحدیث فانہ یمتکم یعنی حسن بصری نے
اپنے شاگردوں سے کہا کہ حدیث کو دیکھو سمجھ کے لیا کرو کیونکہ وہ تمہارا دین ہے۔ ابن مبارک نے
یہ روایت بیان کر کے کہا کہ جب حدیث کو فقہ سے لینے کی منزلت ہے تو اسے تو بطریق
فقہ سے لی جائے پھر کہا جب کوئی فقہ تم سے ابو حنیفہ کا قول بیان کرتے تو اسکو معتبر سمجھو۔
یہ کہنے ابن مبارک نے فقہ کو کس قدر تہم کا نشان سمجھا کہ اسکو بھی مثل حدیث کے فقہ سے
لینے کی ضرورت بیان کی۔

حضرت امام حنفی کہتے ہیں کہ مجھے ارون لوگوں پر رحم آتا ہے جبکہ ابو حنیفہ کے علم سے کچھ نہیں
یہ وہی لوگ ہیں جو فقہ سے عاری ہیں۔

حضرت عبد العزیز بن خالد انصاری کہتے ہیں کہ میں نے ابو حنیفہ کی کتابیں اڑھتے پڑھیں اور بعد
میں اڑھتے پوچھا کیا ان کتابوں کی روایت آپ سے کروں۔ آپ نے اسکی اجازت دی میں نے کہا
کیا سمعت کا لفظ بھی کہوں فرمایا سمعت اور حدیثی اور اخیر فی سب کے ایک معنی ہیں نہ
اس سے ظاہر ہے کہ فقہ کی کتابیں سبقا سبقا پڑھی جاتی تھیں اور مثل حدیث اور مثل روایت
کی جاتی تھی۔

حضرت حفص بن غیاث کہتے ہیں کہ میں نے ابو حنیفہ سے انکی کتابیں پڑھیں اور انار سے کبھی
شخص کو نہ سنا زیادہ ذکی یا اثنائیں امور کا عالم جو احکام کے باب میں فاسد اور صحیح ہیں۔

مک۔ سخی بن ائم کہتے ہیں کہ وہ سب بن جریر سے میں نے سنا ہے وہ کہتے تھے کہ میرے والد
جریر بن جازم ابو حنیفہ کی کتابوں کے مطالعہ کی ترغیب مجھے دیا کرتے اور وہ ارون لوگوں میں ہیں

ہزار اعلیٰ العین حدیث میں دہتے تھے اور اوس کے تدبیر کی کیفیت تھی کہ ٹھیلہ وقت اون کے وقت سے ایک بائٹ خلاف حدیث شائع نہ کر سکا۔ اب غور کیا جائے کیا ممکن ہے ایسے خلیفہ القدر ^{سیدنا} مرجع خلافت المومنین نے امام صاحب کے علم یعنی فقہ کی تعریف کسی کے خوف یا رعایت سے کی ہوگی۔ خلیفہ وقت کو تو انہوں نے صاف کہلا دیا کہ غیر معروف باطل و زنج دینا جائز نہیں جیسا کہ تذکرۃ الحفاظ میں ہے اور فقہ کی نسبت فرما رہے ہیں کہ علم پوچھو تو وہی ہے اور محدثین کو اوس سے بہرہ نہیں اور فقہ کی کتابیں دیکھنے کی ترغیب دے رہے ہیں اگر کسی نے پوچھا کہ انہیں کہہ دیتے فقہ تو بروت اور ابو حنیفہ کی رائے ہے چیر عمل کرنے سے آدمی مشرک بن جاتا ہے اور کیا آپ علم کفر پر چڑھ کر پھر سحر بن جین جیسے محدث کو جو جرح و تعیل میں نہایت مشہور شخص ہیں صاف کہہ دیا کہ تم لوگ عطار ہو اور وہ دم نہ مار کے بلکہ وہ بھی ہمیشہ امام صاحب کے ملا ہی رہے یہاں تک کہ ابو حنیفہ اقوال کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ منفی المذہب تھے کیا اتنے قرائن کے بعد بھی کوئی کہ نصف مزاج کہہ سکتا ہے کہ فقہ حنفیہ مخالف قرآن و حدیث ہے۔

ک محمد بن زید کہتے ہیں کہ میں عامر کے بیان اکثر جایا کرتا تھا۔ ایک بار انھوں نے کھا کیا تم نے ابو حنیفہ کی کتابیں بھی دیکھی ہیں میں نے کہا میں حدیث طلب کر رہا ہوں۔ مجھے اونچی کتابوں سے کیا مطلب۔ فرمایا میں ستر سال آثار طلب کرتا رہا مگر جب تک ابو حنیفہ کی کتابیں نہ دیکھیں اچھی طرح استیجا کرنے کا طریقہ بھی مجھے معلوم نہ ہوا۔

اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ان کا بر محدثین فقہ حنفیہ کو کس قدر ضروری سمجھتے تھے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ امام صاحب کے مقلد تھے۔

ک یعلیٰ بن اسباط کہتے ہیں کہ ابن مبارک جب کوفہ کو آتے تو زفریہ سے امام صاحب کی کتابیں ستار لیکر اون کی نقل لیتے ایسا کئی بار اتفاق ہوا اور ان سے پوچھا گیا کہ امام مالک انفقہ میں یا ابو حنیفہ یا ابو حنیفہ تمام دوسے زمین کے لوگوں سے افضل ہیں۔ انھوں نے۔

ابن مبارک جو ابابار امام صاحب کی کتابوں کی نقل لیا کرتے تھے اس سے ظاہر ہے کہ اوس زمانہ میں فقہ کی کتابیں بڑی وقت کی نگاہوں سے دیکھی جاتی تھیں اور باوجودیکہ وہ مدتوں امام صاحب کی صحبت میں رہ چکے تھے مگر امام صاحب کے علوم سے اون کو سیر می نہوی۔

اور فقہ کی کتابوں کے شدید تھے۔

ح۔ عبد الرحمن بن مہدی کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ علمائین قاضی القضاۃ ہیں۔
عبد الرحمن بن مہدی وہ شخص ہیں کہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے انکو حافظ الکبیر والعلم الشہیر لکھا ہے اور
امام احمد رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ وہ یحییٰ بن قطان سے بھی افتہ ہیں اور لکھا ہے کہ ابن ربیع
قسم کھا کر کہا کرتے تھے کہ اونکا مثل میں نے نہیں دیکھا۔ جب ایسے جلیل القدر محدث نے امام
کو قاضی القضاۃ علما کے زمرہ میں قرار دیا تو علما کے اختلافی مسائل میں اونکا فیصلہ قابل نفاذ سمجھا
جائیگا۔ اسی فیصلہ کو حنفیہ نے اپنا دستور العمل قرار دیا اب اس فیصلہ پر طعن کرنا اہل حدیث کی شان
سے بعید ہے۔

ح۔ یحییٰ بن آدم کہتے ہیں کہ حسن بن مہدی بن جی الہمدانی کے روبرو ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے واقعات
اور مسائل فقہیہ بیان کئے جاتے تو وہ اونکی تحسین کیا کرتے تھے۔
تخصیص التخصیص میں لکھا ہے کہ حسن بن مہدی بڑے متقی اور فقیہ اور زانہ شخص تھے
اونکے مزاج میں اس شدت کی اعتیاد تھی کہ حکام کے فسق و فجور کی وجہ سے جہد کی نماز سرشت میں
سمجھتے تھے۔ عبد اللہ بن داؤد النخعی کہتے ہیں کہ کسی محدث میں امامت کیا کرتا تھا ایک روز
میں نے ابو حنیفہ کی تعریف کی تب نماز کے لئے کھڑا ہوا تو اونھوں نے میرا ہاتھ پکڑ کے مصلیٰ سے
ہٹا دیا۔ لکھا ہے کہ اس واقعہ سے پیشتر خریجہ رحمہ اللہ حسن بن مہدی کی تعریف کیا کرتے تھے اور اونکے
بعد اونھوں نے نہ اونکی تعریف کی نہ اونسے روایت کی بلکہ بدعا کیا کرتے تھے۔ اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائے میں وہ مخالفوں کے کہنے سننے سے امام صاحب کے سخت مخالف
تھے۔ پھر جب واقعی حالات امام صاحب کے اونکو معلوم ہو گئے تو بجائے مخالفت فقہ حنفیہ
کی تحسین کیلئے لگے جسکی گواہی یحییٰ بن آدم دے رہے ہیں کیونکہ وہ خود فقیہ اور مجتہد تھے
جیسا کہ تخصیص التخصیص میں لکھا ہے التعلیق المجید میں مولانا عبد الحمید نے انساب معانی سے
امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ جس مسئلہ میں میں شخصوں کا اتفاق ہو تو اونکی مخالفت
سننے کے قابل نہیں کسی نے بوجہ تین شخص کون فرمایا ابو حنیفہ اور ابو یوسف اور مجتہد الحسن رحمہ اللہ
ح۔ ابو نیلہ کہتے ہیں کہ مجتہد بن غلغلو نے مجھے کہا کہ تم ابو حنیفہ کا قول کسی ثقہ سے پاؤ

ہر شیخ پر اکتب فقہ گواہی دے رہے ہیں کہ وہ امام صاحب کے اقوال میں اوکو تعلیم یافتہ ہیں
ہم امتی مقلدین کو نہ بھڑے دکھلانے کی ضرورت ہے۔ دلائل قائم کرنے کی اہلیج۔ اسپر بھی
فقہا سنے رہی ہیں حدیثوں سے بہت کچھ استدلال پیش کر رہے ہیں۔ جو مقلدین کے مزید یقیناً
کے لئے کافی ہیں۔

الحاصل امام صاحب کا تبحر علمی۔ اور ثبوت اجتہادی۔ اور سب سے زیادہ احادیث احکام کو جاننا۔
اور محدثین کے مقابلہ میں مسائل کا طے ہونا۔ اور ان کے اقوال میں احادیث کے مضامین
ہو جانا۔ اور ان کا قول سختہ اور قابل قبول ہونا جب ان کا بر محدثین کی شہادتوں سے ثابت ہو گیا
تو ان حضرات کے صدق بیانی کے اعتقاد پر ہم یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ امام صاحب کا کوئی نقص
حدیث نہیں اور بعض اقوال جو ظاہر مخالف حدیث معلوم ہو سکتے ہیں وہ در اصل مخالف
نہیں۔

اب اور سنئے مذکورہ الحفاظین امام ذہبی نے ابن المدینیؒ کا قول نقل کیا ہے کہ اکثر احادیث
کے اسناد میں کا مدار ابن شہاب اور عمرو بن دینار اور قتادہ۔ اور یحییٰ بن کثیر۔ ابو اسحق۔ اور
اعمش رحمہم اللہ پر ہے پھر ان حضرات کا علم امام مالک۔ اور ابن اسحق۔ اور ابن جبر۔
اور ابن عیینہ اور سعید بن عروہ۔ اور حماد بن سلمہ۔ اور ابو عوانہ۔ اور شعبہ۔ اور سفیان
ثوری۔ اور اوزاعی۔ اور شیم رحمہم اللہ کی طرف منتقل ہوا۔ پھر ان کا علم یحییٰ بن قحطان۔ اور
یحییٰ ابن زکریا۔ اور ابی داؤد۔ اور کبیر رحمہم اللہ کی طرف منتقل ہوا۔ پھر ان کا علم ابن مبارک
اور ابن مہدی۔ اور یحییٰ ابن آدم میں آیا۔ حاصل یہ کہ ہر طبقہ کا علم یعنی صحیح صحیح حدیثیں
منتقل ہوتی ہوئی۔ ابن مبارک۔ اور یحییٰ ابن آدم۔ اور ابن مہدی رحمہم اللہ کو پہنچیں۔ اور آپ
نے دیکھ لیا کہ ان تینوں حضرات نے امام صاحب کی کیسی کیسی تعریفیں کر کے فقہ کی توثیق
کی اور علامہ اور نکتہ مذکورہ طبقات کے اساتذہ بھی امام صاحب کے مدح اور ان کے
اجتہاد اور تفقہ کو مانتے رہے۔ اور ظاہر ہے کہ جب صحیح روایتوں کا مدار انھی حضرات پر ہے
تو صحاح ستہ کا مدار انھی کی روایتوں پر ہوا۔

عزیزانہ ان حضرات کے گواہوں سے یہ تو یقیناً ثابت ہو گیا کہ فقہ احادیث کے بڑے حصہ کے

تو مخالف نہیں ورنہ یہ حضرات بجائے تعریف امام صاحب کی شکایت کرتے۔ اب رہا صحیح حدیثوں کا چھوٹا حصہ جو صحیح تہ کے سوا دوسری کتابوں میں منقول ہے۔ سو دوسرے محدثین کی گواہی سے یہ ثابت ہے کہ فقہ اوس کے بھی مخالف نہیں ورنہ وہ حضرات جتنے اسمائے گرامی کی فہرست لکھی گئی بجائے تعریف شکایت کرتے۔ ان محدثین کی توثیق سے بھی فقہ کا موافق احادیث ہونا ثابت ہو گیا۔

تقیہ بن ابن جوزی نے لکھا ہے کہ خزان علم یعنی حدیث کے خزانہ دار چچہ شخص بن عیسیٰ مالک ادراعی مسعر بن کدام شعبہ۔ اور ثوری رحمہ اللہ اور ابھی معلوم ہوا کہ یہ تمام حضرات امام صاحب کے فقہ کے قائل اور مداح اور بعض تو مقلد رہے جس سے فقہ کی توثیق بخوبی ہو گئی اس لئے کہ ان خزانہ داران حدیث کی جانچ میں جب تک موافق حدیث ثابت نہ ہو ہو ممکن نہیں کہ خلاف واقع اس کی تعریف و توصیف کر کے مزارخان حدیث کی نظر میں لپیٹے آپ کو بے اعتبار بنا دیتے یہ تو ان حضرات کے کمال مرتبت اور علو شان پر دلیل ہے کہ باوجود امام صاحب کی مدح سرائی اور فقہ کی قدر افزائی کے اور محدثوں کے حملوں سے بچ گئے ورنہ نیز ان الاعتدال وغیرہ سے تو ظاہر ہے کہ بہت سے محدث صرف اسی جرم میں دائرہ عدالت سے خارج کر دئے گئے کہ وہ امام صاحب کے مقلد یا مداح تھے۔

یحییٰ بن معین نے جو امام صاحب کی فقہ حنفیہ کی تعریفیں کیں اور بد کو روپیہ قابل بحث یہ ثابت ہے کہ اگر بالفرض کوئی محدث فقہ کی تعریف نہ کرنا اور صرف ابن معینؒ اوسکی تعریف و توثیق کر کے کافی تھا اس لئے کہ انکی نظر تمام حدیثوں پر تھی جیسا کہ ابن المدینی کے قول سے ظاہر ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے کہ آدم علیہ السلام سے لیکر اب تک کسی نے یحییٰ بن معین کے برابر حدیثوں کی روایت کی ہو۔ اور کہا کہ تمام دین کا علم او کو پہنچا ہے اور امام احمدؒ کے اس قول سے جی بھی ثابت ہے جو فرماتے ہیں کہ جس حدیث کو یحییٰ بن معینؒ نے روایت کی وہ حدیث ہی نہیں کہ انکی تذکرہ و نقل غرض کہ اکابر محدثین کی گواہی سے ثابت ہے کہ یحییٰ بن معین کی نظر کل حدیثوں پر تھی۔

اب غور کیجئے کہ امام صاحب کا کوئی قول ان کل حدیثوں کے مخالف ہوتا جو اس باب میں روایت ہو تو وہ کبھی فقہ کی توثیق و توصیف نہ کرتے بلکہ توہین کرنا اور تکافرض تھا۔

اس سے امیر المؤمنین فی الحدیث ابن المبارکؒ کے اوس قول کی تائید بھی ہو گئی جو فرماتے ہیں کہ جو شخص امام صاحب کی بدگوئی کرتا ہے اوس کا سبب تنگی علم ہے۔

اس لئے کہ سچائی ابن معینؒ کا سا وسیع علم ہو تو معلوم ہو کہ جو قول بظاہر کسی حدیث کے مخالف ہے وہ حدیثوں کے موافق ہے جو اس باب میں وارد ہیں اور جس کو دوسری حدیثیں معلوم ہی نہ ہوں تو وہ چند مخالف حدیثوں کو دیکھ کر ضرور بدگوئی پر آمادہ ہو جائے گا۔ کیونکہ اوسکی دانست میں یہی ہو گا کہ امام صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی ہے کہ یوں مسلمان ہو گا کہ ایسے مخالف شخص کو برا نہ کہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ جو بعد والے بعض محدثین امام صاحب کے قول کو مخالف حدیث کہتے ہیں ان کو وہ حدیثیں پہنچی ہی نہیں جتنے کے موافق وہ اقوال ہیں اور اگر پہنچی بھی تو ان کا مطلب نہیں سمجھا کیونکہ احادیث کا مطلب سمجھنا کسی کا کام نہیں اس کا تصفیہ شیخ الشیخؒ اور اوزاعیؒ رحمہما اللہ نے کر دیا کہ محدثین عطار ہیں اور امام صاحب طیب اور امیر المؤمنین فی الحدیث نے صاف کہہ دیا کہ حدیث فہمی کے لئے ابو حنیفہ کی ضرورت ہے۔

اب دیکھئے کہ جو لوگ بڑے غصہ سے کہتے ہیں کہ فقہ کے مسئلوں کو ماننا کہلانفاق اور حاکمیت سے کفر زیادتی ہے۔ انصاف تو یہ ہے کہ اگر حضرت اپنی تنگی علم اور کم فہمی پر افسوس کرتے مگر افسوس ہے کہ تنگی جو سلسلہ سے اپنا قصہ نہیں دیکھتے اور اکابر محدثین پر نفاق اور بے علمی کا الزام لگاتے ہیں۔

یہ بات اوپر معلوم ہو چکی ہے کہ پوری حدیثوں کا سرمایہ کم از کم ایک کروڑ حدیث چاہئے جسکی خیال امام احمد بن حنبلؒ نے دیا ہے اور اگر صحیح سات لاکھ حدیثیں جو امام احمد کو یاد تھیں یا ایک ہی لاکھ جو امام بخاریؒ کو یاد تھیں موجود ہوتیں تو کسی قدر مدد و تمہید کا یہ فائدہ موانع حدیث ہے یا مخالف بخلاف اوس کے جن حدیثوں پر اعتماد کیا ہے وہ انصاف یہ بیان کی جاتی ہے وہ تو بہت تہیڈی ہیں جو ہر امام و محدث ابو الفیض محمد بن علی القفاریؒ نے لکھا ہے کہ بخاریؒ و مسلمؒ نے اس حدیث کا صرف چار ہزار حدیثیں ہیں وہ بھی فقط احادیث مرنہ عنین ان میں صحابہ اور تابعین کے اقوال و افعال وغیرہ بھی شامل ہیں پھر وہ بھی صرف احکام ہے، سب سے شہادت نہیں بلکہ ان میں فصل او قصص و حکایات وغیرہ بھی مشرک ہیں اب ہر مفسر ان چند حدیثوں کو دیکھ کر فقہ کو مخالف

حدیث قرار دینا جبکہ توشیح اکابر محدثین نے کی ہے کہ قدر ظالم پیدا ہے۔ اور طرفہ بہتہ کو گوئیو بہکا
 کی غرض سے کہا جاتا ہے کہ جب کوئی حدیث مخالف مذہب یا پوچھی تو اوکو چھوڑ کر کسی امام غیر
 معصوم کی تقلید کریں تو قیامت میں خدا کو کیا جواب دیں گے۔ درست ہے خدا کے تعالیٰ کے لئے
 جواب دہی مشکل ہے نہ کہ اسے کہ محاسب کی نوبت نہ آئے ورنہ اسکا بھی جواب دینا ہمیں مشکل ہوگا
 کہ محدثین میں سے بخاری و ترمذیوں مثل معصوم بنالیاجکی کتاب کو مثل کتاب آسمانی قرار
 دیکر دوسری کتابوں کو اس کے مقابلہ میں ناقص و کمزور قرار دیا کہ کوئی اہمیت قرآنی یا حدیث
 متواتر اس باب میں پہنچی تھی۔ اگر جب ہم دیکھتے ہیں کہ امام بخاری کو دین میں وجاہت حاصل
 اور اتنا بے غبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے وہ خدا کے تعالیٰ کے محبوب ہیں تو میں امید قوی
 ہے کہ اگر یہ جانا خیالی جہم اور قابل باز پرس بھی ہو تو جاری خوش اعتقادی کے باعث ہماری
 شفاعت دو کریں گے۔ اسی طرح امام اعظم کا اکابر محدثین کے کہنے پر اپنے اور خدا سے تعالیٰ
 کے درمیان میں جو واسطہ قرار دیا وہ میں بھی تو میں بڑی بڑی اہمیت میں۔ اور بڑے اعدا تو ہمارا
 یہ ہو گا کہ امام بخاری نے کل صحیح حدیثوں کو جمع کر کے ہم تک پہنچایا یہی نہیں انہوں نے بلکہ
 کل محدثین نے لاکھوں صحیح حدیثوں کو تلف کر دیا اور محدثین ہی کی گواہی میں سے ہمیں ظن غالب
 ہو گیا تھا کہ امام صاحب نے حدیثوں کی مخالفت نہیں کی بلکہ ان کے تعالیم کو فقہ میں ہمارے
 لئے محفوظ کر دیا تھا۔ اس لئے ہمنہ اذ کی تقلید کی۔

اگرچہ کہ امام صاحب کو دین میں علیٰ اور جہ کی وجاہت حاصل ہے اور خدا کے تعالیٰ کے محبوب
 ہیں یقین ہے کہ ہماری خوش اعتقادی سے ہماری شفاعت ضرور کریں گے اور میں یہ بھی
 یقین ہے کہ انشاء اللہ تبارک و تعالیٰ ہفتھانہ انا سندھن عبدی بی حق تعالیٰ اوکی شفاعت
 کو قبول بھی فرمائیگا۔ واللہ ذو الفضل العظیم۔

اب غور کیجئے کہ جب خزانہ حدیث اور جامع کل احادیث اور وہ حضرات جن پر احادیث جمعیہ کا
 علم ہے اور وہ سے صدائے شیعہ محدثین اپنے اپنے شاگردوں سے فقہ حنفیہ کی تعریف توشیح
 بیان کرتے ہوئے کس سرعت سے وہ بلاد اسلامیہ میں پہنچ گئے ہوں گی۔ کیونکہ اسلامی شہروں میں کئی
 ایسا خیال نہیں کیا جاسکتا جسکے سرور وہ محدثین ان حضرات کے فیض صحبت سے محروم نہ رہتے ہونگے

کیا اتنی کہلی دلیل اور واضح قرینہ کے بعد بھی یہ کہنا صحیح ہو گا کہ فقہ حنفیہ ابو یوسفؒ کی قضائیت کے باعث مشہور ہوئی جیسا کہ بعض حضرات کا خیال ہے۔

مرکب - سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ اوائل میں خیال کیا جاتا تھا کہ ابو حنیفہؒ کی رائے کو فقہ کے بنیاد سے تجاوز نہ کرے گی مگر تھوڑی مدت میں آفاق میں پہنچ گئی۔

بنیان بن عیینہؒ وہ شخص ہیں کہ تذکرۃ الحفاظ میں ان کو علامۃ الحفاظ الامامہ المحمۃ ابو یوسفؒ العلامہ کثیر القدر لکھا ہے۔ اور لکھا ہے کہ انہوں نے ستر حج کئے اکثر لوگ انہی کی ملاقات کے خیال سے حج کو جایا کرتے اور ان کے پاس خلق کا ہجوم رہتا تھا امام احمدؒ کہتے ہیں کہ

ابن ابی زیادہ حدیث جانتے والا میں نے نہیں دیکھا، فقہ کی غیر معمولی شہرت جو ابن عیینہ بیان فرماتے ہیں کوئی قابل تعجب بات نہیں۔ اس لئے کہ قطع نظر اور اسباب شہرت کے صرف ایسے

جس کا القدر امام مرجع انام کا فقہ کی توثیق کرنا ایک قوی ذریعہ ہے۔ دیکھئے جب محدثین صرف اپنی روایات کے لئے حج کو جایا کرتے تھے تو اور حجاج اور محدثین ان کی ملاقات کو یہی نعمت غیر مترقبہ

تھی۔ اور ظاہر یہ ہے کہ بلاد اسلامیہ میں کوئی شہر ایسا نہ ہو گا جس کے لوگ جوق جوق نہ جاتے ہو۔ یہ سب وہ امام صاحب کے اعلیٰ درجہ کے صاحب تھے چنانچہ سابقا معلوم ہوا کہ وہ فرمایا کرتے تھے

میں نے سب سے پہلے نماز میں بے نظیر شخص تھے اور جب کو فقہ کی ضرورت ہو امام صاحب کے اصحاب کی سمیت منتہیٰ کو رسے تو خور کیجئے کہ کس عمرت سے فقہ حنفیہ کی شہرت بلاد اسلامیہ میں ہوگی ہوگی بہر حال

ذرا یہ سوچو کہ اس عمر میں فقہ حنفیہ کو وہ شہرت ہوئی کہ محدثین کو رشک نہ لگا چنانچہ صرف اس غرض سے کہ فلسطین طرابلس وغیرہ کی توجہ پھیر دینا بعض محدثین نے حدیثیں بنا کر الینجسکا حال اور یہ معلوم ہوا کہ

ابو نعیم کہتے ہیں کہ ابو حنیفہؒ کی مجلس میں دن بھر اور رات کے ایک حصہ میں طلبہ کا ہجوم رہتا تھا اور لوگ طوعاً و کرہاً ان کے متقار ہوتے جاتے تھے۔

ابو یوسفؒ کے ترمیم میں تذکرۃ الحفاظ میں امام احمدؒ کا قول نقل کیا ہے کہ وہ شیوخ و انساب اصحاب کو سب سے زیادہ دانتے تھے۔ ابن عیینہؒ کہتے ہیں کہ اس نے اور عفان سے افضل شخص میں

نہیں تھا۔ احمد بن صالح کہتے ہیں کہ اس نے اصدق میں سے نہیں دیکھا۔ اس کے سوا کسی اور سے جلیل القدر اصدق محدث کی گواہی سے ثابت ہے کہ لوگ طوعاً و کرہاً امام صاحبؒ

منقاد ہوتے جلتے تھے جسکی وجہ بھی انہوں نے اشارۃ بیان کر دی کہ ہر وقت لوگوں کا ہجوم
اوسکے یہاں رہا کرتا تھا۔ کیونکہ امام کی تقریر سننے کے بعد اہل انصاف کے دلوں میں ضرور اچھا
کیفیت پیدا ہو جاتی تھی جس سے وہ منقاد ہو جلتے اور کثرت کی بھی پہچان رہے۔ اس سلسلۃ
کا مفہوم سوائے تقلید کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ رہا طوعاً و کرہاً منقاد ہوتا سوائے اس کا مطلب
یہ نہیں ہو سکتا کہ امام صاحب زبردستی سے او کو اپنے مقلد بناتے تھے کیونکہ امام صاحب کو قسم
کی حکومت نہ تھی بلکہ اوس کا مطلب یہ ہے کہ امام صاحب کے دلائل ایسے ٹھیک ہوتے تھے کہ کسی
انکار کرنے کی مجال نہ تھی اسلئے قوت دلائل کے مقابلہ میں مجبور ہو کر امام صاحب کے قول کو
تسلیم کرنا پڑتا تھا۔

حمک یحییٰ بن آدم کہتے ہیں کہ اگر ابو حنیفہ کو دنیا کا کوئی لگاؤ ہوتا تو باوجود حاسدوں کی کثرت
کے اوسکا کلام آفاق میں پورے طور پر نافذ نہ ہوتا۔ اس سے یہی ثابت ہے کہ تمام آفاق یعنی بلاد
اسلامیہ میں فقہ حنیفیہ ہی کی تسلیم کی جاتی تھی۔

یہاں قابل غور یہ بات ہے کہ امام صاحب کا مذہب منتھائے بلاد اسلامیہ تک کیونکر شائع ہوا
اکابر محدثین نے کیوں اوسکی تقلید کی۔ نہ امام صاحب کا ذاتی تسلط تھا نہ سلطنت کی طرف سے
اوسکو کسی قسم کی مدد ملی بلکہ حکومت اوسکی دشمن تھی جس کی وجہ سے وہ قید ہوئے اور فتویٰ دینے سے
روک دئے گئے تھے۔ ایسی بکسی کی حالت میں اوسکے فتویٰ اور فقہ کو فروغ غنہوں کی کیا صورت
تھی۔ سب سے بڑا اسکے کوئی بات نہیں تھی کہ اوسکے صدق و اخلاص و قوت دلائل نے اکابر دین کی حق پسند
طبیعتوں میں پورا اثر کیا جس سے وہ بغیر فرمایش و درخواست کے اوسکی تقلید کی۔

حمک یحییٰ بن یحییٰ قنغان کہتے ہیں کہ جب مسائل کی ضرورت لوگوں کو ہو وقت پڑتی ہے اوسکو بیان لڑو
سوائے ابو حنیفہ کے نہ کوئی دوسرا شخص نہیں ادا ملتا اور اہل دین اسکی حالت نہ تھی۔ لیکن بہت جلد اوسکا
سمانہ اس وجہ تک پہنچ گیا اور سرعت سے ترقی ہوئی۔

حمک یحییٰ بن آدم کہتے ہیں کہ وہ نہ کی سجدہ فقہ سے بھری ہوئی تھی ابن ابی سیلی اور ابن شبر
اور حسن بن صالح اور شریک جیسے فقہا کثرت سے تھے لیکن ابو حنیفہ کے مقابلہ میں اوسکی کساد
بازاری ہوئی اور ادھنی کے اقوال پر خلفا اور حکام اور ائمہ قریہ لگے اور تمام بلاد میں

اوپر کے اقوال دائر سائر ہوئے اور اسی پر عمل قرار پایا۔ اس سے ظاہر ہے کہ اسی وقت تمام اسلام میں عموماً امام صاحب کی تقلید اور فقہ حنفیہ پر عمل تھا۔ اور ہر چند عاصی بن علی نے فکریں کیا۔ فقہ حنفیہ کو فخر پہنچائیں مگر نہ ہو سکا چنانچہ کردی اور موثق رہنے لگا ہے کہ فتح بن عمر و ابو ہریرہ بن کعبہ بن زبایہ بن نفیر بن شہیل رحمہم اللہ تھے میں بھی وہاں تھا وہاں کے بعض مشائخ کمال تعصب سے امام صاحب کی کتابیں نہ جاری میں۔ جملواۃ الدین۔ یہہ بن خالد بن حبیب قاضی یہہ بن زبایہ وہ اور ان کے قرابت و احب میں پاپس سے زیادہ ایسے تازہ اشخاص تھے کہ خدمت تضاہک رکھتے تھے۔ سوار ہو کر فضل بن ہبل کے یہاں گئے اور ان کے ساتھ ابراہیم بن ربیعہ و سلمہ بن مزاحم بھی تھے سب نے فضل سے اس باب میں استغاثہ کیا انہوں نے خلیفہ مامون کی خدمت عرض حال کی۔ مامون نے پہنچا وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے یہہ بن زبایہ کی کہا کہ عمر گو سہیل اسحق بن راہویہ۔ احمد بن زبیر۔ اور فضل بن شہیل بھی ان کے ساتھ ہیں۔ حکم ہوا کہ جاتوں۔ انہوں نے کو مناظرہ کے لئے دربار میں حاضر کیا۔ وہ میں خود دیکھو لگا کہ کس کی حجت قوی اور خود میں فیصلہ کر لگا۔ یہہ بن اسحق اور ابو کی جماعت کو پہنچا اور انہوں نے مشورت کی کہ گفتہ کون کرے گا نفیر بن شہیل نے خلیفۃ المسلمین کے مقابلہ میں نہ کلام میں تاب لاسکتے ہیں نہ عاصی بن زبیر۔ اس لئے کہ اس کا حملاب نہ غیر گفتہ گو کریں۔ وقت مقرر ہو جب دونوں جماعت حاضر و بار ہو میں خلیفۃ المسلمین برآمد ہوئے اور سید رسالہ کر کے نفیر بن شہیل کی طرف متوجہ ہوئے۔ او یہہ بن شہیل اب لوگوں نے ابو حنیفہؒ کی کتابوں کو کیوں دیکھا یا۔ نفیر بن شہیل نے جواب نہ دیا۔ احمد بن زبیر نے کہا۔ امیر المؤمنین کیا مجھے بات کرنی کی اجازت ہے فرمایا ان سے بات کر سکتے ہو تو کرو۔

کہا ہے کہ ان کتابوں کو قرآن و حدیث کے مخالفت پایا۔ فرمایا کس مسئلہ میں۔ احمد بن زبیر نے خالد بن ولید سے ایک مسئلہ پوچھا کہ ابو حنیفہؒ کا اس میں کیا قول ہے۔ انہوں نے نہج احمد نے اس کے خلاف میں ایک حدیث پڑھی۔ یہہ بن زبیر خود مامون نے امام صاحب کے اس کی تائید میں کئی حدیثیں پڑھیں جن کو وہ لوگ جانتے بھی تھے۔ جب بہت دیر گزشتہ اور وہ ساکت ہو گئے تو انہوں نے کہا اگر فقہ کو ہم مخالف کتاب اللہ اور سنت رسو

صلی اللہ علیہ وسلم پستے تو اوپر عمل کرنے کی اجازت نہ دیتے پھر فرمایا خبردار اسنہ کہ جس کی حرکت نکڑا اگر تم میں یہ بزرگ نہ ہوتے تو تم لوگوں کو میں ایسی سخت سزا دیتا کہ میں نہ بھولی جاتی اور اس کے بعد خلیفۃ المسلمین مامونؒ نے ایک مجلس کی جس میں دو سو فقیر ہاکہ تھے انہ کوئی اون میں سے مر جاتا تو تجیل کی جاتی اس مجلس کے کل ہاکہ ان اجلاس شاہی میں ہمشہ حاضر ہا کرتے تھے یا اتھی۔

معلوم نہیں نصر بن شہیل یہ کو حاسدون نے کس تدبیر سے اپنے ساتھ کر لیا تھا اور یہ وہ تھا کہ اس کے مداحن بن امین بہر حال اس موقع میں بھی منجاب اللہ فقہ کی تائید نہ تھی۔ اور خود خلیفۃ المسلمین کو وہ حدیثیں یاد آگئیں جن کی اس معرکہ میں ضرورت تھی۔ ان انصاف اکا بر محدثین کے اقوال و افعال کو جو امام صاحب سے متعلق بیان کئے گئے ہیں پیش نظر رکھ غور کریں تو یہ بات سب سے ہو جاگی کہ ان حضرات کی خوش اعتقادی کا اثر ان کے اتباع اور احباب میں ضرور ہوا جس سے امام صاحب کو انہوں نے مقتدا مان لیا۔

یہ بات پر شدید نہیں کہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب جبکی تعریف یا شکایت کرتے ہوئے تقریباً کل ہر مذہب و تہذیب میں وہ بات مسلم ہو جاتی ہوگی۔ اس طرح ابن تیمیہؒ کے اقوال کا ایک جماعت پر یہ اثر ہے کہ وہ کو شیطان بنا دینا ایک ادنیٰ سی بات ہے۔ کیا عیش و اداعی و کسب۔ اور ابن مبارک رحمہم اللہ وغیرہ محدثین کے اقوال کا اثر ان صاحبوں کے اقوال کے برابر بھی نہرگا حالانکہ ان حضرات کے اقوال پر تمام اہل سنت و جماعت کے اعتقادات کا مدار ہے۔

غرض کہ اہل حق نے جس طرح احادیث کو انہی حضرات کے اعتقاد پر بیان لیا تھا امام صاحب کے مقتدا ہونے کو بھی انہی حضرات کے اقوال سے تسلیم کر لیا۔ یہی وجہ ہے کہ اور یہ زمانہ سے اب تک قرابہد قرن ناگھون علما اور صلحا امام صاحب کی تقلید کرتے آئے ہیں اور اس توازن سے یہ ہم مذہب ہم فکر ہو چکا۔

اب دیکھئے جو کہا جاتا ہے کہ مذہب خفیہ ابو یوسف صاحبؒ کی خدمت تھانہ کے دباؤ سے شائع ہوا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ خبر جھوٹ ہے اور یہ بے قدری ہے۔ ادنیٰ تامل سے یہ معلوم ہو سکتا ہے

کایہ قول ایسا ہے جیسے بعضے کہا کرتے ہیں کہ اسلام پرورشِ شمشیر پہلا آگیا معاذ اللہ اسلام فی نفسہ نہ اس پر زور دین ہے کہ جس کو عقل سلیم ہو اور اصول دین سے واقف ہو جائے مگر نہیں کہ اسلام کو قبول نہ کرے۔

غرض کہ بہت سی روایتوں سے ثابت ہے کہ مخالف فقہ عندول ہوتے گئے اور فقہ حنفیہ کی شہرت جس بے بلا د اسلام میں بہت جلد بلکہ امام صاحب ہی کے زمانہ میں ہو گئی اور اس کے اسباب مختلف ہوئے۔ ایک سبب یہ تھا کہ نئی بات ہونے کی وجہ سے اکابر محدثین اس کی تحقیق کی طرف متوجہ ہو اور بعد تحقیق جب اس کی توثیق کی تو واسطاً الناس اور عوام نے اس کو قبول کر لیا۔ شش دین دوسرے حاسدوں نے اس خیال سے کہ لوگ بدظن ہوں نئی نئی فقہ کی باتیں پہنچانے میں کوتاہی کریں۔ جنکو جانچ کر محدثین نے مان لیا۔ غرض دوست دشمن نے نہایت سرگرمی سے قانونِ امتہ نامی بلا د اسلام میں فقہ حنفیہ کو پہنچا دیا۔

تیسرے اکابر محدثین صلی اللہ علیہ وسلم امام صاحب کے اقوال پر فتویٰ دیے اور تقلید کی جن میں سے چند محدثین کا ذکر کیا جاتا ہے۔

اب یہاں قابلِ توجہ یہ بات ہے کہ فقہ جبرِ اقسام کے اعتراض کئے جاتے ہیں کوئی نئی چیز نہیں آتی یہ وہی فقہ ہے جو امام صاحب ہی کے زمانہ میں علماء کے جلسوں میں پیش ہو گئی تھی اس کو دیکھ کر طرف چڑیگوں یا ہر ہر شخص اس کو حاسدوں نے امام صاحب کی مذہبی کا ذریعہ بنا رکھا تھا اس کو دیکھ کر کوئی کہتا تھا کہ وہ قیاس کو حدیث پر مقدم رکھتے ہیں کوئی کہتا تھا وہ حدیث جانتے ہی نہیں اس وجہ قیاس کیا کرتے ہیں۔ اس کو پیش کر کے طالبین حق کو ادنیٰ صحبت سے روکتے تھے کوئی ان کو بدعتی کہتا کوئی مرجی قرار دیتا اور خدا جانے اس کے سوا کیا کیا الزام لگاتے تھے مگر الحمد للہ اسی زمانہ کے متدین اہل حدیث نے جو تقریباً کل بعد اسے محدثین کے اساتذہ اور معتد علیہم جمیع اہل سنت و جماعت کے ہیں ان افرادِ فاضلہ کو رد کر کے اس مطلعون فقہ کو ہتھ اور قابلِ اعتماد بنا دیا۔ اور معتد نہیں کی نسبت حماقت کو دیا کہ وہ حاسد اور کم علم اور بے سمجھ لوگ ہیں اور بدعت زبانی گفتگو کو نہیں بلکہ تفتاہد کر کے علما ثابت کر دیا کہ فقہ حنفیہ تمام باتیں حقیقہ ہے۔

یہ بات اور پر معلوم ہو چکی ہے کہ وکیع رحمہ اللہ میں امام صاحب کے سخت مخالف تھے یہاں تک کہ نجد میں بسنے کا کرتے تھے کہ اگر تم لوگ فقہ حدیث سیکھ لو گے تو اوصحاب الراسے تم پر پڑے نہ آئیں گے مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے کہ صاحب کہتے ہیں کہ یہ ایک بار وکیع رحمہ اللہ کے پاس بیٹھے تھے اور اوصحاب الراسے سے بھی ایک شخص موجود تھا وکیع نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعار کیا ہے اور ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ یہ مشابہ ہے اوس شخص نے کہا ابو حنیفہ ابراہیم مخفی سے روایت کرتے ہیں کہ اشعار مثلاً ہے۔
 سائب کہتے ہیں کہ وکیع ہم سنتے ہی غضبناک ہو گئے اور کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول بیان کرتا ہوں اور تم کہتے ہو کہ ابراہیم نے کہا۔ تم اس قابل ہو کہ قید کر دے جائیں اور جب تک اس اعتقاد سے توبہ نہ کریں رہنا نہ کہئے جائیں۔

دیکھئے ایسی جزارت و اسے محدث جب امام صاحب کے حالات اور طریقہ اجتہاد و مطالعہ ہو تو اس قدر اوج کے معتقد ہو گئے کہ یہہ آرزو کرنے لگے کہ امام صاحب کے تفقہ کا عشرہ وہی اپنے کو حاصل ہو جائے۔ اور اہل حدیث سے کہا کرتے تھے کہ جب تک تم اصحاب ابو حنیفہ کے ساتھ نہ بیٹھو اور وہ ان کے اقوال کی تفسیر نہ بیان کریں تم میں سمجھ نہ پیدا ہوگی اور حدیث کا سننا کچھ نفع نہ دیکھا۔ اور خود بھی امام صاحب ہی کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے جیسا کہ تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے۔

اب غور کیجئے کہ امام صاحب کے قول پر فتویٰ دینے کے معنی اس لئے اس کے اور کیا ہو سکتے ہیں کہ جس طرح علمائے حنفیہ امام صاحب کے قول پر فتویٰ دیتے ہیں وہ بھی دیتے تھے اور ان کے جیسے نقلہ تھے۔

تذکرۃ الحفاظ وغیرہ میں لکھا ہے کہ سحیحی قطان ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے یہی وہ شخص تھے کہ جب گفتگو کسی مسئلہ میں کرتے تو فقہا کو ساکت کر دیتے تھے کہ علی بن مدینی کہتے ہیں کہ سحیحی بن آوہم جو فن رجال کے عالم اور اسکے اقوال کو خوب جانتے تھے فقہ اور حدیث سے بہت واقف تھے۔ اون کا میلان ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف شدت تھا۔ امیلان سوا اسکے اور کیا ہو سکتا ہے کہ امام صاحب کے قول پر

فتویٰ دیتے ہو گئے۔

ک حسن بن عرفہ کہتے ہیں کہ ہم جھوٹ نہ کہیں گے فقہ میں ہمارے امام ابو حنیفہ ہیں۔
تختہ زیب التحذیب میں حسن بن عرفہ کا حال لکھا ہے کہ وہ ابو داؤد ترمذی اور ابن ماجہ
وغیرہ کے استاد تھے۔ یحییٰ بن معین وغیرہ نے ان کو صدوق کہا ہے۔

دیکھئے ایسے مستند شیخ کی نسبت جھوٹ کا خیال کیونکر ہو سکتا تھا مگر ان حضوں نے دیکھا کہ حنین
جو امام صاحب سے ہنگام ہیں کہیں مبالغہ پر اپنا کلام محمول نہ کریں۔ اس لئے تصریح کر دی کہ
امام صاحب کو جو ہم امام کہتے ہیں وہ جھوٹ نہیں ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ بھی
امام صاحب کے مقلد تھے۔

ک مقاتل بن حیان کہتے ہیں کہ میں نے تابعین اور اہل ان کے بعد کے لوگوں کو
دیکھا مگر ابو حنیفہ کے جیسا شخص نہیں دیکھا جس کو اونکی سی بصیرت اور ادراک غوامض ہو۔ وہ
امام صاحب کے قول پر فتوے دیتے اور کہتے کہ یہ شیخ کوئی کا قول ہے۔

م عبد العزیز واد پر کوئی سلسلہ شکہ ہوتا تو امام صاحب سے لکھ کر پوچھ لیا کرتے۔
تختہ زیب التحذیب میں عبد العزیز کے حال میں لکھا ہے کہ ابن مبارک کہتے کہ جو
اٹھکی کا اون پر یہ غلبہ تھا کہ وہ باتیں کرتے اور اشک اون کے رخساروں پر جاری رہتے تھے
اشعث بن حرب کہتے ہیں کہ اونکی حالت سے یہہ نمایان تھا کہ قیامت اون کے
پیش نظر ہے۔

اب قیاس یہ سمجھئے کہ دین بن نگر کہ قدر احتیاط ہوگی۔ ایسے محتاط شخص جب ہر بات میں
امام صاحب کے قول پر عمل کرتے تھے تو غور کیجئے کہ فقہ حنفیہ میں کس قدر احتیاط ملحوظ ہے۔
اسکا انکار نہیں ہو سکتا کہ اس زمانہ میں بڑے بڑے محدثین اور فقہا مثل امام مالک وغیرہ
وغیرہ موجود تھے مگر ان کو امام صاحب ہی کے علم پر اعتماد تھا اس وجہ سے وہ ہر مسئلہ امام صاحب
سے پوچھ کر اس پر عمل کرتے تھے۔ اسی کا نام تقلید شخص ہے جس کو آخری زمانہ والے

نہ بولتے ہیں کہ
م جریر بن عبد الحمید کہتے ہیں مغیرہ نے کسی مسئلہ میں فتویٰ دیکر کہا کہ یہ بابت

پہنچی ہے کہ وہ جوان خزانہ جو دار عمر بن حرث مین رہتا ہے یعنی ابو حنیفہ اوسکا بی بی قول ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ جب مغیرہ کوئی فتوے دیتے اور لوگ اون سے جھگڑتے تو وہ کہہ دیتے کہ یہ قول ابو حنیفہ کا ہے ۱۱ انتھی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف نام سنکر جھگڑنے والے خاموش ہو جاتے تھے۔ یہی حال امام کی شہرت ہو گئی تھی اور محدثین کہا کرتے تھے کہ اون کے جوابات ہوتی ہے پختہ ہوتی ہے اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مغیرہ رحمہ الام صاحب کے مقلد تھے۔

ام ابو معاویہ کہتے ہیں کہ ہمارے کشید رخ فتویٰ تو دیتے مگر اون پر عصیت طاری رہتی تھی پھر جب سنتے کہ ابو حنیفہ بھی یہی فتویٰ دیا ہے تو خوش ہو جاتے راوی نے ابو یوسف کو چھاؤ کون لوگ ہیں کہا اون مین سے ایک ابن ابی لیلیٰ ہیں میٹھے ابن ابی لیلیٰ باوجودیکہ امام صاحب کے سخت مخالف تھے مگر اونکی بھی نظر امام صاحب ہی کے فتوے کی طرف لگی رہتی تھی اور بجائے اس کے کہ مخالفت کا کوئی اثر اوس پر ڈالین اوس سے مستفید ہوتے تھے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ امام صاحب کا قول کس قدر مستحکم ہوتا ہے۔

ام ص ایکبار ابو امیہ جریری جو امام صاحب کے زمانہ مین اہل جزیرہ کے امام تھے اونکے کسی نے فتویٰ پوچھا اونھوں نے اپنے اجتہاد سے جواب دیا۔ کہیں اوس جلسہ مین ابو حمزہ بھی بیٹھے تھے جو امام صاحب کے شاگرد ہیں۔ اونھوں نے کہا حضرت اسکا یہ جواب نہیں بلکہ امام صاحب نے یہ جواب دیا ہے۔ یہہ سنتے ہی اونھوں نے مستفتی کو ہلایا۔ اور اپنا فتویٰ واپس لیکر امام صاحب کے فتویٰ پر فتویٰ دیا ۱۱ اس سے ظاہر ہے کہ اونھوں نے امام صاحب کی تقلید کی۔

صک عیسیٰ بن یونس رحمہ الام صاحب کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے ۱۱ عیسیٰ بن یونس وہ شخص ہیں کہ حلو۔ اور ابن مدینی جیسے اکابر محدثین اونکے شاگرد ہیں۔ کل صحاح ستہ مین اونکی روایتیں موجود ہیں کما فی الخلاصہ۔ ایسے جلیل القدر امام الحدیث امام صاحب کے مقلد ہیں۔

ک۔ عبد اللہ بن عبید اللہ کہتے ہیں کہ میرے والد نے مسجد الحرام میں ایک مسافر شخص سے مناظرہ کیا جس کے ساتھ بہت سے لوگ تھے پھر پوچھا تم کس شہر کے ہو کہا طنجہ کے جو بلاد مغرب کی انتہا پر ہے اور اس کے پچے اسلام نہیں بیان کے وہ مقام مخینا ویرہ ہزار فرسخ پر واقع ہے۔ کہا یہہ دقیق مسائل تمہارے یہاں کہاں سے آگئے کہا ابو حنیفہ کی کتاب میں ہاں یہاں پر پہنچ گئی ہیں اور امام مالک اور اوزاعی رحمہ اللہ کے اقوال بھی وہاں بیان کئے جاتے ہیں لیکن شامی ابو حنیفہ کی رائے پر دیا جاتا ہے۔

اسکو تالیف مجانب اللہ کہتے ہیں دیکھئے باوجودیکہ امام مالک اور اوزاعی رحمہ اللہ کی جلالت شان پر شیخ نہیں اور اویسی زمانہ میں وہ استاذ الاساتذہ مانے جاتے تھے۔ اور امام صاحب کی کتاب بیان کے ساتھ ان کے اقوال بھی وہاں پہنچ گئے تھے مگر تسلیہ امام صاحب ہی کی کی گئی اس کا وہی سبب تھا جس کی تشخیص بھی بن آدم رہنے کی کہ امام صاحب کے خلیفوں نے ان کے کلام کو آفاق میں پورے طور پر نافذ کر دیا۔ ذلک فضل اللہ یؤتہ من یشاء۔

یہ روایت اور کچھ لکھی گئی کہ اعمش ہم جب حج گو گئے اور امام صاحب بھی وہاں موجود تھے تو اعمش نے امام صاحب پر فرمایش کیا کہ مناسک حج کے مسائل غلط کرنے کے لئے لکھ دین اور اپنے شاگردوں سے بھی فرمایا کہ وہ مسائل لکھ لیں۔

دیکھئے اعمش رحمہ اللہ تابعین میں مریا اور وہ شخص ہیں امام صاحب نے تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے کان الاحمض احد خطیب الحدیث و احلمہم بالقرآن و اداسا فی العلوم النافع والعل الصالح۔ ایسے جنابانہد رباعی نے جنکا و تمام محدثین سے زیادہ حدیثیں یاد تھیں اور فرائض سب سے زیادہ جانتے تھے۔ اسلامی ایک فرض اور رکن پر اعظمیٰ ہے حج۔ جسے تمام مسائل میں امام صاحب کی تقلید کی تو اس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ امام صاحب کی نظر فن حدیث میں کیسی وسیع اور قوت اجتہاد کی کس درجہ قابل وثوق تھی۔

اعمش کی اس تقلید سے علاوہ اسکے کہ امام صاحب کی جلالت شان ظاہر ہو چکا تھا اس سے غیر کو یہ افتخار حاصل ہے کہ وہ ایسے امام کے متقدمین جن کی تقلید کو ایک جلیل القدر

تا بعدی شیخ الشیخ نے ضروری سمجھا۔

اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حدیث نہی کوئی اور ہی چیز ہے اور جسکی طرف انکا برعکس نہیں محتاج تھے۔ اسی وجہ سے ابن مبارک رحمہ نے فرمایا ہے کہ انا، وہ حدیث تو ضروری ہیں مگر ان کے لئے ابو حنیفہ کی ضرورت ہے۔

سبھی بن معین رحمہ کا قول بھی نقل کیا گیا کہ الفقہ فقہ ابی حنیفہ علیہ اکت الناس یعنی معتبر فقہ ابو حنیفہ رحمہ کی ہے اسی پر میں نے لوگوں کو پایا ہے یہ سب بن معین رحمہ ہیں کہ امام محمد بن حنبل رحمہ ان کی نسبت فرماتے ہیں کہ جس حدیث کو سبھی نے جلتے ہوں وہ حدیث ہی نہیں اس کے سوا اور بھی اقوال مذکور ہو چکے ہیں۔

اب غور کیا جائے کہ جب تمام دنیا کی حدیثیں ان کو یاد تھیں تو تمام نہیں تو اکثر علماء سے تو ان کو ملاقات ضرور تھی کیونکہ اوس زمانہ میں حدیثیں رجال ہی سے لی جاتی تھیں پھر جب ادا سرکت علیہ الناس کہ رہیں تو اوس کا مطلب یہ ہے تو نہیں ہو سکتا کہ جاہلون کو انہوں نے فقہ پڑھتے پڑاتے دیکھا تھا کیونکہ وہ فقہ کی تعریف میں یہ جملہ کہہ رہے ہیں ایسے موقع میں جاہلون کے قول و فعل سے استدلال کرنا عقل کے بالکل مخالف ہے جاہلون کو طرف وہ امور منسوب کئے جاتے ہیں جنکی توہین مقصود ہوتی ہے۔ اس دلیل سے یہ ماننا بڑی گناہ کہ علیہ ادا سرکت الناس سے انکی مراد آپ کے اساتذہ اور علما ہیں جن سے انکو ملاقات تھی اور ان کے پورے کلام کا مطلب یہ ہوا کہ یوں تو فقہ اور ان کی بھی ہے مگر معتبر فقہ چھو تو ابو حنیفہ کی ہے اور یہ فقہ طبرستہ کے نہیں بلکہ علماء اور شیوخ کے ایک جم غفیر کو میں نے اسی فقہ پر پایا ہے۔

اب غور کیجئے کہ جب اوس زمانہ کے علماء اہل علم فقہ حنفیہ پر عمل کرتے تھے تو اگر یہ کہا جائے کہ اسی زمانہ میں اجماع ہو گیا تھا کہ فقہ حنفیہ موافق حدیث ہے تو کیا نقصان۔ یہاں شاید یہ شبہ ہو گا کہ اوس زمانہ میں بعض علماء فقہ حنفیہ کے مخالف بھی تھے تو اوس کا جواب یہ ہے کہ مخالف یا عاصد تھے یا کم فہم جیسا کہ ابن مبارک وغیرہ محدثین رحمہم اللہ کی تصریح سے ثابت ہے اور براہیم بن رستم نے تصریح کی ہے کہ جو شخص گمان کرے کہ میں ابو حنیفہ

سے مستغنی ہوں وہ جاہل ہے۔ غرض کہ جہاں کم فہم اور حاسدوں کے قول قابل اعتبار نہیں ہو سکتے اس وجہ سے ابن معین رحمہ اللہ نے علیہ السلام کے الناس مطلقاً کہہ دیا۔ اور قطع نظر اس کے امام صاحب کے مخالف بھی آپ کے اقوال کا انکار نہیں کر سکتے تھے جیسا کہ ابو نعیم رحمہ اللہ کے قول سے معلوم ہوا کہ لوگ طوعاً و کرہاً ان کے منقاد ہوتے جاتے تھے چنانچہ الانتصار میں یحییٰ بن آدم کا قول نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ کے بہت سارے سائل میں نے شریک سے سنیے جو ان سے روایت کیا کرتے تھے کسی نے کہا ان کو تو ابو یوسف کا قول پسند تھے کہا پسند تھے اور سننا بھی کرتے تھے لیکن حسد کی وجہ سے ظاہر نہیں کرتے تھے۔ "اتھمی۔

اس سے ظاہر ہے کہ گو وہ مخالف تھے مگر امام صاحب کے اقوال کو ماننے ضرور تھے۔ غرض کہ موافق مخالف سب فقہ حنفیہ کو تسلیم کر رہے یہاں تک کہ اقصائے بلاد مغرب تک فقہ حنفیہ شائع ہو گئی۔

اہل انصاف یہاں غور فرماویں کہ فقہ حنفیہ کی نسبت جو یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے "علیہ السلام کے انصاف" کہا اور یحییٰ بن آدم نے کہا "علیہ السلام کے استقر لاہر" جو سابقاً نقل کیا گیا۔ ان اقوال کا مطلب سوائے اسکے اور کیا ہو گا کہ اس زمانہ میں فقہ حنفیہ پر اجماع ہو گیا تھا پھر جو بات ایسے دو گواہ عادل کی گواہی سے ثابت ہو گیا وہ قابل اعتماد نہ ہوگی۔ جب ہمارے زمانہ میں معمولی دو گواہوں کی گواہی سے قصاص ثابت ہو جاتا ہے تو ان کا برا در شیعہ محدثین کی گواہی سے اتنی بات بھی ثابت نہ ہوگی کہ اس زمانہ میں فقہ حنفیہ پر اجماع ہو گیا تھا ہم یہ نہیں کہتے کہ فقہ حنفیہ پر اجماع ہونے کے بعد فقہ شافعیہ وغیرہ قابل اعتنا نہیں۔ کیونکہ وہ دور مسئلہ ہے بلکہ ہمارا مطلب صرف یہاں اسی قدر ہے کہ ایک ایسے زمانہ میں کہ محدثین کے شیعہ بکثرت موجود تھے اور احادیث کی تحقیق و تنقید کا بازار گرم تھا۔ کوئی بے اصل بات روانہ نہیں پاسکتی تھی۔ ایسے شباب علم حدیث کے زمانہ میں فقہ حنفیہ پر محدثین وغیرہ علماء کا اجماع ہونا اس بات پر دلیل بنتا ہے کہ وہ مخالف حدیث نہیں۔

تتھذیب التحذیب میں حماد بن دلیل ابو زید مدائنی کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ وہ صحابہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ تھے۔

اگرچہ اسی میں امام احمد رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے، کہ وہ صاحب اے بن صاحب حدیث نہیں ہیں یہ بھی لکھا ہے کہ ابن معین اور ابن جبان وغیرہ نے اونکی توثیق کی ہے اور ابو داؤد میں اونکی روایت موجود ہے۔

مک خلف ابن ایوب سے کسی نے ایک مسئلہ پوچھا اور انھوں نے کہا ابو حنیفہ اور ابو یوسف کا اوس میں یہ قول ہے اوس نے کہا پھر آپ کیا فرماتے ہیں کہا میں ایسے شخص کو نہ قبول کہہ رہا ہوں جو لوہے کے پہاڑ میں اور تومیر اور بوجھتا ہے۔

امام صاحب کی اس قدر عظمت اُن کے دل میں تھی کہ اُن کے قول کے مقابل اپنا قول بیان کرنا بھی ناگوار تھا اور اسی پر فتویٰ دیا۔ اونکی اس تقریر بالغہ ہمیز سے صاف ظاہر ہے کہ وہ امام احمد کے مقلد ضرور تھے۔

تہذیب التہذیب میں شعب بن اسحاق کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ وہ امام صاحب کے مقلد تھے، شعب وہ شخص ہیں کہ اسحاق ابن راہویہ اور لیث ابن سعد جیسے اُنکے شاگرد ہیں انکا محدثین نے اونکی توثیق کی ہے۔ اوزاعی اور کواہ نے نزدیک جگہ دیا کرتے تھے۔ بخاری مسلم وغیرہ میں اونکی روایتیں موجود ہیں کما فی التہذیب التہذیب۔

اب انصاف کیجئے کہ حنفی مذہب سبب اصل ہوتا جیسا کہ اس زمانہ کے بعض مولوی کہتے ہیں تو ایسے جلیل القدر محدث یہ مذہب اختیار کرتے۔

یہ روایت اوپر لکھی گئی کہ یحییٰ بن ابراہیم حدیث اور فقہ میں امام صاحب کے شاگرد تھے اور حنفی مذہب میں نہایت متعصب تھے۔ ایسے جلیل القدر محدث جنکی شاگردی پر امام بخاری کو ناہنسہ جب حنفیت میں متعصب ہوں تو ہم لوگ کیوں مورد طعن بنائے جاتے ہیں۔

یہ روایت بھی اوپر لکھی گئی کہ توبہ بن سعد امام صاحب کے قول کے مطابق فیصلہ کیا کرتے اور کہتے کہ وہ میرے اور میرے پیارے کے درمیان میں۔ توبہ شخص ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ سے آراء کرتے تھے کہ اُنکے جیسا کوئی ایک شخص اپنے یہاں ہوتا۔

یہ روایت بھی اوپر لکھی گئی کہ سفیان ثوری رحمہ اللہ امام صاحب کے اقوال اُنکے شاگردوں سے دریافت کرتے اور اسی کے مطابق فتویٰ دیا کرتے تھے۔

یارسخ ابن یزید بن یزید کہ لکھا ہے کہ لیث بن سعد رضی اللہ عنہ۔ اور عطلانی نے بھی شرح
سناری میں بھی بات لکھی ہے۔ لیث بن سعد وہ شخص ہیں کہ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی نے
اوسکے مناقب میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے جسکا نام الرحمتہ الغنیۃ بالرحمۃ الیثیۃ ہے۔ اوسکا
میں لکھا ہے کہ کسی نے لیث رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ سے بہت سناری حدیثیں ہم سنتے ہیں جو
آپ کی کتابوں میں نہیں ہیں فرمایا اگر وہ سب حدیثیں میں لکھتا جو میرے سینہ میں ہیں تو میرے
اوسکی گنجائش نکر سکتا اوسی میں لکھا ہے کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لیث امام مالک
بھی ماتھے تھے سعید بن ابی ایوب کہتے ہیں کہ اگر امام مالک اور لیث کسی مقام میں جمع ہوتے تو
امام مالک اذن کے رو برو گنگے ہوتے یعنی بات نکر سکتے۔ کیونکہ امام صاحب کتاب
فیض یافتہ اور حنفی المذہب تھے۔ اوسی میں لکھا ہے کہ خلیلی کہتے ہیں وہ بالاتفاق اپنے وقت
کے امام تھے۔ ابن جابر کہتے ہیں کہ وہ فقہ اور علم اور حفظ اور فضل و کرم میں اپنے زمانہ کے
سادات میں تھے۔ نووی رضی اللہ عنہ نے تہذیب میں لکھا ہے کہ اوسکی جلالت اور امانت اور فہم اور حلیہ
میں اذن کے علوم و تربیت پر اجماع ہو گیا۔

اگر بالفرض سوائے انکے کوئی محدث حنفی المذہب نہ ہوتا تو بھی ایسے جلیل القدر امام المحدثین کا
متفق المذہب ہونا حنیفہ کے افتخار اور اطمینان کے لئے کافی تھا۔

حم۔ کلن بن رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ کسی نے امام مالک سے پوچھا کہ کسی کے پاس دو کپڑے
ایک نیک اور ایک پاک اور معلوم نہ ہو کہ پاک کونسا ہے تو نماز کس طرح پڑھے فرمایا سختی کرے۔
کلن کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ ابو حنیفہ تو کہتے تھے کہ ہر ایک کپڑے میں ایک بار نماز
پڑھے اور انہوں نے سال کے بار بار اگر ابو حنیفہ کے قول پر فتویٰ دیا۔

مرص۔ محمد بن عمر الزرقانی کہتے ہیں کہ امام مالک کے اکثر ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے اقوال کی تلاش کر
اور ابو حنیفہ کے مطابق فتویٰ دیا کرتے اگرچہ اس بات کو ظاہر کرتے نہ تھے۔ انتھی۔
ہم یہ نہیں کہتے کہ امام مالک رضی اللہ عنہ نے کسی مسئلہ میں امام صاحب کی تقلید کی کیونکہ وہ خود مجتہد
اسی وجہ سے امام صاحب کی ہر بات کسی قول کا منسوب کرنا اُنکو جائز نہ تھا۔ خلاف مقلد کے
کہ اسکو منسوب کرنے کی ضرورت ہے۔ مگر اس سے امام صاحب کے اجتہاد کی قوت تو ضرور

ثابت ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ جیسے شخص اونکے اقوال کی تلاش کرتے اور انہیں کے مطابق فہم دیتے تھے۔

مرکب صحت معرکہ کہا کرتے تھے کہ جو شخص اپنے اور اللہ کے درمیان میں ابو حنیفہ

کو قرار دے تو مجھے امید ہے کہ اسکو کوئی خوف نہیں اور یہ نہ سمجھا جائیگا کہ اسنے اعتیاد میں کمی کی اس مقام میں اگر معرکہ کا بھی خیال کر لیا جائے کہ وہ کیسے شخص تھے تو مناسب ہوگا۔

پیشتر اونکے بعض حالات معلوم ہو چکے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ شعبہ اور اونکے صاحب اور ابو حنیفہ ناطق کہا کرتے تھے۔ دیکھئے جب مصحف ناطق فرما رہے ہیں کہ ابو حنیفہ رحمہ کی تعلیمیں

نہایت اعتیاد سے تو طالب حق کے لئے اور کیا چاہئے۔ خدا کے اور اپنے درمیان اور ان کو قرار دینکا مطلب اوسکے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ جس راہ سے وہ لیجائیں بے چون و چرا

اونکے پیچھے پیچھے بارگاہ کبریائی میں جانا باعث نجات ہے اسی کا نام تعلیقہ شخصی ہے۔

ک فضل بن موسیٰ سینانی رحمہ اللہ کو گون کو ترغیب دیتے تھے کہ ابو حنیفہ رحمہ کی اتباع کریں

ایسے جلیل القدر محدث (جنکی جلالت شان پر کعبہ ابن مبارک اور اسحق بن راہویہ رحمہ اللہ

جیسے اکابر محدثین گواہی دے رہے ہیں جیسا کہ اوپر لکھا گیا) جب امام صاحب کی تعلیقہ کر سنے

کی ترغیب دیتے ہوئے تو کس سرگرمی سے فریب خنثی ترقی پذیر اور شائع ہوتا جانا ہوگا۔

مرکب ابو حنیفہ یحییٰ بن واضح کہتے ہیں کہ ایک بار احم اور محمد بن طلحہ ابو حنیفہ کا ذکر کر رہے

تھے انہوں نے کہا اے ابو حنیفہ اگر تمہیں کسی فقہ کے ذریعہ سے ابو حنیفہ کا کوئی قول پہونچ

جائے تو اسکو قبول کر لو اور لکھا جو قول ہوتا ہے پختہ ہوتا ہے۔ اس لئے اسکا مطلب ظاہر ہے

کہ انہوں نے فقہ کی تعلیقہ کی ترغیب دی اس لئے کہ امام صاحب کے اقوال کو قبول کرنا

بلا دلیل مان لینا ہے جسکو اصطلاح میں تعلیقہ کہتے ہیں۔

اح عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے ایک روز مضمحلین کے جواب میں فرمایا تم نہیں جانتے

کہ ابو حنیفہ سے زیادہ کوئی مستحق اقتدا نہیں وہ متقی ہر پانچویں بار اور فقہ تھے۔ اتنی اہمیت

جب امیر المؤمنین فی الحیث نے تمام محدثین میں سے امام صاحب کو منتخب کر کے

اس باب کے مستحق قرار دیا کہ ابھی کی اقتدا کی جائے تو اب کسی عامی کو تو کیا محدث کو

بھی حق نہیں کہ ادنیٰ تقلید سے روکے۔

ہر ابو یوسف رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ امام صاحب ایک بار مسجد الحرام میں بیٹھے تھے لوگ آتے اور مسائل پوچھتے اور آپ جواب دیتے جاتے تھے اتنے میں امام جعفر صادقؑ وہاں تشریف لائے اور یہ حالت کھڑے دیکھ رہے تھے کہ امام صاحب کی نظر آپ پر پڑی اور فرست سے دریافت کر کے کھڑے ہو گئے اور کہا یا بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر بچھلے سے مجھے معلوم ہوتا کہ آپ کھڑے ہیں تو خدا کے تعالے مجھے کہنی اس حالت میں نہ دیکھتا کہ میں بیٹھا ہوں اور آپ کھڑے ہوں۔ آپ نے فرمایا اے ابو حنیفہ بیٹھ جاؤ اور لوگوں کو جواب دینے میں اپنے آباؤ اجداد کو یہی اسی حالت پر پایا ہے۔ دیکھئے امام صاحب جہاں جہاں جاتے تھے وہاں مسائل فقہیہ تھے جنکو تقلید اسب مان رہے تھے اور امام جعفرؑ نے بھی اسکی تحسین کی۔

در مختار میں لکھا ہے کہ بہت سے اولیائے کرام نے امام صاحب کی تقلید کی چنانچہ ان میں سے چند حضرات یہ ہیں۔ ابراہیم رحمہ اللہ شفیق بلخی۔ معروف کرنی۔ بایزید سلطانی فضیل بن عیاض۔ داؤد کمالی۔ احمد بن حنبلہ۔ ابو یوسف۔ وغیرہم۔ شامی رحمہ اللہ نے وغیرہم کی شرح میں لکھا ہے جیسے عاتم اسم اور محمد شاذلی قدس سرہ اسم۔ حذائق الخفیہ میں مولوی فقیر محمد صاحب سیالوی نے اور بہت سے اولیاء کرام کے نام لکھے ہیں جو حنفی المذہب اور امام صاحب کے مقلدین میں تھے اور انکے چند حضرات یہ ہیں۔ داؤد گنج بخش۔ حضرت خواجہ حسین الدین چشتی رحمہ اللہ حضرت محبوب الہی نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ خواجہ محمد پارسا رحمہ اللہ و القاضی ملا علی الدین بہاولوی۔ شاہ کلیم اللہ جہان آبادی قدس سرہ اسم۔

حذائق الخفیہ میں اور بہت سے اسماء گرامی احناف کے لکھے ہیں فی الحقیقت یہ کتاب قابل دید ہے اور یہ حدائق قابل تفرج ہیں بہت بڑا سرمایہ معلومات اس میں ہے اور یہ بات قابل تصدیق ہے کہ جب کسی قوم کے سربراہ اور معتبر علیہ کوئی کام کرتے ہیں تو دیکھا جائیگی دوسرے لوگ بھی وہ کام کرنے لگتے ہیں اور خیر و فرین وہ کام اور انہیں کی ضروریات میں داخل ہو جاتا ہے۔ اب دیکھئے کہ جب نامی گرامی مروج ضلالت

محدثین و اولیائے کرام نے امام صاحب کی تقلید کی تو ان کے شاگرد اور متفقہ کس کثرت سے امام صاحب کے مقلد ہو گئے ہونگے۔ مابعد کی صدیوں میں جو غیض کی کثرت ہوتی تھی جس پر حالت موجود شاہد عدل ہے اوسے ابتدائی کثرت کا اثر ہے۔ غرض کہ علما کا کثرت سے امام صاحب کے مقلد ہونا اس بات پر قطعی دلیل ہے کہ متدین علما نے ایسے زمانہ میں آپ کو مجتہد مطلق مان لیا تھا جو شبابِ علم کا زمانہ تھا۔ اہل انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ جب غیر ائمہ و مین امام صاحب کی تقلید نہایت سرگرمی سے ہوئی اور اوس زمانہ کے اہل احتیاط محدثوں نے اوس کو جائز رکھا اور خود بھی کرتے رہے تو اس بے علمی کے زمانہ میں جسکی خبر انادیش میں دی گئی ہے کس قدر اوس کی ضرورت ہے۔ آخری زمانہ کی نسبت احادیث میں مصرح ہے کہ اوس میں دین بجا اثر اختیار کیا جائے اور ظاہر ہے کہ دین بجا صرف تقلید ہی ہو کرتا ہے اور کئی جہلت میں یہ بات ہوتی ہے کہ نئی بات کے سخت دشمن ہوتے ہیں۔

چونکہ تقلید کا ذکر آگیا ہے اس لئے مختصر سی بحث اوسکی یہی بیان کرنا مناسب ہے اگر تفصیلی بسوٹ بحث دیکھنا منظور ہو تو اور رسالوں میں ملاحظہ فرماوین جو کثرت سے حسب چکے ہیں تقلید کے معنی یہ ہیں کہ کسی شخص کو مقبوضہ کراوے کے قول و فعل کی پیروی بغیر دلیل کی جائے۔ تقلید انسان کی فطرتی صفت ہے اور تمام کمالات کی تحصیل کا مبداء بھی یہی صفت ہے جس انسان میں یہ صفت کمی کے ساتھ ہوگی اوسکے کمالات میں نقص ضرور ہوگا۔ دیکھئے جب ایک کسی قد سمجھنا شروع کرتا ہے تو ایک ایک چیز کا نام پوچھتا ہے اور اوس کے مان یا پاپا اور مربی جو کچھ بتلا دیتے ہیں اوس کو تقلید امان لیتا ہے۔ اگر اوس میں تقلید کا مادہ نہ ہو تو انجیوان ناظر ہی بنے سے محروم ہو جاتا اور سوائے غائبن غائبن کرنے کے کوئی بات نہ کر سکتا۔ اسی طرح جب استاد کے پاس جاتا ہے تو ہر ایک مسئلہ میں تقلید کی ضرورت ہوتی ہے ورنہ تمام علوم سے محروم رہ جاتا ہے۔ یہودین میں ہی تقلید کی ضرورت ہے چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَا أَتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَلَا يَنْهَىٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ فرماوین اوسکو قبول کر لو جس کا مطلب یہ ہوا کہ چون و چرا کرنا

نہیں صرف آپ کے ارشاد کو بلا دلیل مان لیا کر مثلاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبح کی نماز دو رکعت ہے تو کسی کو یہ پوچھنے کا حق نہیں کہ دو رکعت مقرر ہوئی کی کیا وجہ اور قرآن میں کہیں اس کا ذکر بھی ہے یا نہیں یہ بحث دوسری ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کو تقلید کہتے ہیں یا نہیں مگر صورت تقلید ہونے میں کلام نہیں۔ اس طرح صحابی نے جب کہا یہ کہ احکام الاحمال بالنیات مثلاً حدیث ہے تو تابعی کو یہ پوچھنے کا حق نہیں کہ اس کے حدیث ہوئی کی کیا دلیل التیہ یہ ضرور ہے کہ جب کی تقلید کی جائے وہ شخص معتد علیہ اور راست باز ہو اس وجہ سے حدیث میں کو رجال کی بحث کرنے کی ضرورت ہوئی جس سے مقصود یہ ہے کہ جو شخص عدل صادق معتد علیہ ہو وہی کی تقلید کی جائے یہ بات قریب میں معلوم ہوگی کہ رجال کی حرج و تعیل کا مارتقلید ہی پر ہے۔

فقہاء کی تقلید کی ضرورت قرآن شریف سے بھی معلوم ہوتی کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ يٰۤاَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
 اے مسلمانوں اللہ کی اطاعت کرو اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اور اولی الامر کی بھی جو تم میں سے ہوں۔ اگرچہ اولی الامر کی معنی امر اس کے بھی ہو سکتے ہیں مگر قرآن پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اولی الامر سے مراد علماء و فقہاء ہیں اس لئے کہ مقصود اس آیت شریفہ میں اطاعت خدا و رسول اور اطاعت اولی الامر ہے اس مطلب کو ادا کرنا صرف حرف عطف سے ہو سکتا تھا یعنی اطیعوا اللہ والرسول واولی الامر سے مقصود معلوم ہو جاتا تھا لفظ اطیعوا کو کر کے کرنے کی کوئی ضرورت تھی مگر چونکہ کلام تبلیغ میں خصوصاً کلام الہی میں کوئی لفظ بے کار نہیں ہوتا اس سے معلوم ہوا کہ مقصود اس زیادتى سے کچھ دوسرا ہی ہے وہ یہ ہے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو کوئی شخص نہ سمجھے اور یہ خیال نہ کرے کہ قرآن شریف میں جتنے احکام ہیں انھی میں حضرت کی اطاعت ضروری ہے۔ اس خیال کے دفع کرنے کے لئے بتکرار لفظ اطیعوا مثل اطیعوا اللہ کے مستقل طور پر اطیعوا الرسول وارشاد ہوا جس سے مقصود یہ ہے کہ جو کچھ حضرت فرمادیں خواہ وہ قرآن میں ہو یا نہ ہو بمان لین اور اطاعت کریں اور اس کے بعد اولی الامر کے ساتھ لفظ اطیعوا کا ذکر نہیں ہوا

جس سے یہ بات معلوم کرادی گئی کہ اونکی اطاعت ضمنی ہے یعنی جو احکام حضرت نے بیان فرما دیے ہیں انھی میں اونکی اطاعت کی جائے کیونکہ جو لوگ خلاف شرع حکم کرتے ہیں اون کے باب وارد ہے۔ وَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ بِمَا أَمَرَ فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ لَبَّيْتَ لَهُمُ الْفَاسِقُونَ اور هُمْ الْفَاسِقُونَ۔ اب اولوالامر کو یہ معلوم کرنا ضرور ہوگا کہ ہم اس کی تائید کی رو سے کون سے امور کے امر کرنے کے جائز ہیں جنکی اطاعت مسلمانوں پر واجب ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ کل آیات و احادیث سے ایسے امور کا انکار ناجواب الاتباع میں فقہ کا کام ہے غرض کہ اولوالامر کو ضرور ہوگا کہ خود فقہ ہوں یا فقہاء سے مدد کر کے امر کریں بہر حال دونوں صورتوں میں اولی الامر کی اطاعت فقہاء ہی کی اطاعت ہوئی پھر اگر اطاعت کرنے والوں کو معلوم ہو جائے کہ حاکم عالم نہیں تو مشتبہ امور میں اون کو ضرور ہوگا کہ علماء سے دریافت کریں کہ وہ امور واجب الاطاعت ہیں یا نہیں اور اگر وہ فتویٰ دین کہ اون امور میں اطاعت جائز نہیں تو اونھی کی اطاعت واجب ہوگی جس سے معلوم ہوگا کہ فقہاء اور امر کے اوامر متعارض ہوں تو اہل اسلام کو پھر یہ کہ فقہاء کا اقتضال امر کریں اور امر کی اطاعت کریں جیسا کہ اس روایت سے بھی ظاہر ہے۔

عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا طاعة فی معصیۃ اللہ انما الطاعة فی المعروف متفق علیہ کذا فی مشکوٰۃ فی کتاب الامارۃ

یعنی فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ معصیت میں کسی کی اطاعت درست نہیں اطاعت صرف اونھی امور میں ہے جو دین میں معروف ہیں۔

اب دیکھئے کہ امیر و فقہ کے اقوال متعارض ہونے کی صورت میں فقہ کا قیام چاہیہ العمل ہو تو امر اولوالامر سے یا فقہاء سے یا برابر بن عبد اللہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عطاء اور مجاہد اور ضحاک اور ابوالعالیہ اور حسن بصری وغیرہم رحمہم اللہ نے اولی الامر کی تفسیر میں فقہاء اور علماء ہی لکھا ہے جیسا کہ تفسیر ابن جریر و ابن کثیر وغیرہ سے واضح ہے کیونکہ نبی و حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علماء ہی کو اپنا جانشین قرار دیا ہے جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے۔

عن الحسن ابن علی رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ اللہ علی خلفائی قبل ومن خلفاءک یا رسول اللہ قال الذین

لیجیون سنتی ویعلون بہا الناس ساروا بالنصر السجی فی الامانة وابن عساکرو
فی معنہ ما شراہ الطبرانی والوامہر منی وابن ابی حاتم کذا فی کنز العمال یعنی
فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ رحمت کرے میرے خلفا پر کسی نے پوچھا آپ کے خلفا
کون ہیں یا رسول اللہ فرمایا وہ لوگ جو میری سنت کو زندہ کرتے ہیں اور لوگوں کو سنت کی
تعلیم کرتے ہیں۔

غرض کہ فقہا کی اطاعت قرآن فہرین سے ہی ثابت ہے اور احادیث سے بھی
اسی وجہ سے عمر بن عبدالعزیز نے تمام شہروں میں حکم جاری کر دیا کہ جس باب میں فقہ کا
اتفاق ہوا وہی پرنسپل کیا جائے جیسا کہ اوس روایت سے ثابت ہے جو دارمی میں ہے
عن حمید قال قیل لعمر بن عبدالعزیز لوجعت الناس علی شئ فقل ما یسوتی
انہم لیختلفوا قال ثم کتب الی الافاق الامصار لیقضی کل قوم بما اجتمع علیہ
فقہا وہم دیکھئے عمر بن عبدالعزیز نے جو تمام ممالک اسلام میں عام حکم جاری کر دیا کہ فقہائے احوال
پر عمل کیا جائے اس سے انہوں نے ثابت کر دیا کہ اولی الامر جنکی اطاعت واجب ہے وہ
صرف فقہاء میں حکام کو اوس میں کوئی دخل نہیں۔

ابن خرم کی طرف منسوب کیا جاتا ہے کہ وہ تقلید کو حرام سمجھتے ہیں مگر فقہا کی تقلید کے وہ
بھی قائل ہیں جیسا کہ ان کی اس عبارت سے ظاہر ہے ہو الفعل فی الملل میں لکھا ہے
نعم ان التقليد لا یحل البتہ وانما التقليد اخذ المرء قول من دون رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم من لم یأمرنا اللہ عز وجل بالتباعہ قط ولا باخذ قولہ بل حر
علینا ذلک ونہانا عنہ یعنی اس میں شک نہیں کہ تقلید ہرگز حلال نہیں مگر تقلید اسی کا
نام ہے کہ سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ایسے دوسرے شخص کا قول مان
لیا جائے جس کی اتباع کا اور اوس کے قول پر عمل کرنے کا حکم خدا نے کبھی نہ دیا ہو بلکہ اوس کے
ماننے سے منع فرمایا اور اوس کو حرام کر دیا ہو۔ حاصل یہ کہ سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے کسی کی اتباع کا حکم خدا تعالیٰ نے نہ دیا ہو تو اوسکی اتباع اور پیروی کو تقلید ہی نہیں
ابن خرم کے اس قول سے کہ ان التقليد لا یحل البتہ سے دہوکا ہوتا تھا کہ انہوں نے

نے مطلقاً تقلید کو حرام کر دئے اس لئے انہوں نے فقہاء کی اتباع کو سب سے تقلید ہی
 میں داخل نہیں کیا کیونکہ وہ تصریح کرتے ہیں کہ تقلید ایسے شخص کی اتباع کو کہتے ہیں کہ خدا
 تعالیٰ نے اس کے اتباع کا کسی حکم نہ دیا ہو اور جو کہ فقہاء کے اتباع کا حکم دیا **وَاطِيعُوا الْوَسْوَ**
وَإُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ سے دیا ہے اس لئے وہ تقلید ہی نہیں اس سے مقصود اذن کا
 معلوم ہو گیا کہ اگر تقلید ہر طرح سے مذموم ہو تو فقہاء کی تقلید کو یہ تقلید ہی سے خارج کر دینے
 اسی وجہ سے انہوں نے تقلید مذموم میں ایسی قید لگا دی کہ تقلید اصطلاحی پر وہ صادق
 ہی نہیں آتی جب ابن خرم جیسے تشدد شخص تقلید فقہاء کو بری نہیں سمجھتے تو اذن کے پیروں کو
 ضرور ہے کہ اس بات میں اغماض کر جائیں اور مقلدون کو شرک نہ بنائیں۔ یوں تو فقہاء اور
 مجتہدین بہت سے گذرے ہیں اور امام بخاری بھی فقید اور مجتہد تھے مگر جو بات اہل مذاہب
 اربعہ کو حاصل ہوئی وہ کسی کو نصیب نہ ہوئی یہ بات شاہ ولی اللہ صاحب کے قول سے بھی
 معلوم ہوتی ہے جو الانصاف میں لکھا ہے **وخصلة سابعة تستلوه اھی ان تنزل**
لما القبول من السماع فيقبل الى علمه جماعات من العلماء من المفسرين والمحدثين
والاصوليين وحفاظ كتب الفقه ويمضي على ذال القبول والاقبال قوون
متطاوله حتى يدخل ذالك في صميم القلوب ليعتبر مجتهد کے لئے یہ بھی ضرور ہے
کہ اس کی قبولیت آسمان سے اترے جس کی وجہ سے علماء اور مفسرین اور محدثین و
اصولیین اور حفاظ کتب فقہ و سبک علم کی طرف متوجہ ہوں اور اس قبول و اقبال پر مدین
گذر جائیں یہاں تک کہ لوگوں کے دل میں یہ باتیں داخل ہو جائیں ۛ
ہم دیکھتے ہیں کہ سب باتیں مذاہب اربعہ پر صادق آتی ہیں شاہ صاحب مدوح نے عقیدہ الجہد
فی مسائل التقلید میں اس امر میں ایک باب بھی درون کیا جس کا ترجمہ یہ ہے باب تاکید
الخذ بهذا المذهب الا سبعة والتشديد في تركها والخروج عنها اور اس میں لکھتے
ہیں اعلم ان فی الاخذ بهذا المذهب الا سبعة مصلحت عظيمة وفي الاجراض
عنها اسکل مفسد ۛ کہیں یہ نہیں ذلت بوجہ حاصل اور کیا یہ کہ مذاہب اربعہ
کی تقلید نہایت ضروری ہے اور اس میں بڑی مصلحت ہے اور اس سے اعراض

کرنے میں بڑا مفید ہے جس کے متعدد وجوہ ہیں بہرہست سے وجوہ بیان کئے جن کا
 ذکر وجوب تطویل سے حاصل تمام روئے زمین پر اہل سنت کے چارہی مذہب مشہور ہیں
 اور پانچواں مذہب بخاری کہ میں سنا نہیں گیا بلکہ جو لوگ بخاری شیعہ کو مانتے ہیں وہ اس سے
 بڑے ہوئے ہیں وہ بھی امام بخاری کی تقلید کو عاریتہ بعضے تو شرک ہی سمجھتے ہیں اور جو بہت
 تقلید پر مدد و دلیل پیش کرتے ہیں قولہ تعالیٰ اَدْبِعُوا مَا اُنْزِلَ الْاِلَکُمْ مِنْ سَمَاءٍ وَمَا يَنْتَبِعُو
 مِنْ ذُنُوبِهِمْ اُولَئِکَ اَقْبِلْ اِلَیْہُمْ اَدْبِعُوا مَا اُنْزِلَ الْاِلَہُ قَالَ اُولَئِکَ لَیْسَ
 الْاِیْتِنَاعُ عَلَیْہِ الْاِبَآءُ وَقَوْلُہُ تَعَالٰی اَتَّخِذْ اَلْاَنْجِبَآءَ سُرُھَا فَاھُمْ اَسْرَابُ بَابِ اِیْنِ دُو
 اللہ اور اصل صحیح اور اس قسم کی کئی باتیں کفار کی شان میں نازل ہوئیں اسوجہ سے کہ سب
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اودن سے فرمایا کہ بت پرستی وغیرہ جو مرد تو وہ کہنے لگے کہ ہم نے
 اپنے باپ دادا کو اسی طریق پر پایا ہے اس لئے کہی نہیں سنتے اور اصل وجہ اسکی بھی تھی
 کہ اودن کو نبوت ہی کی تصدیق نہ تھی بہرہب تصدیق کرتے تو فوراً بتوں کو توڑ دیتے تھے
 چونکہ یہ آئین مقلدون چسپان کی جاتی ہیں اس لئے اودن کی حالت پر نظر ڈالنے کی ضرورت
 ہے کہ آیا اودن کو نبوت پر ایمان ہے یا نہیں اور اگر ہے تو باوجود ایمان کے اپنے ہی کی بات
 نہ مان کر اپنے امام کی بات ماننے کی کیا وجہ کیا امام کو وہ نبی سمجھتے ہیں جو خاتم الانبیاء کے بعد
 پیدا ہوئے اور اودن پر وحی اترنے کے بھی قائل ہیں جسکی وجہ سے اودن کے مقرر کئے
 ہوئے احکام کو ماننا اور پہلے نبی یعنی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو منسوخ سمجھتے ہیں
 اس کی تحقیق یوں ہو سکتی ہے کہ کسی جاہل سے جاہل مقلد سے پوچھا لیا جائے تو وہ
 ہرگز نہ کہیں گا کہ میں اپنے امام کو نبی سمجھتا ہوں اور اسی وجہ سے اودن کے قول کو واجب
 الاتقیل سمجھتا ہوں۔ اس سے یقینی طور پر ثابت ہو جائے گا کہ کفار جو آبا و اجداد کے
 طریقہ کو نبی کے مقابل میں جس وجہ سے پیش کرتے تھے وہ وجہ تو یہ تھی کہ ہرگز نہیں پائی جاتی
 اس لئے کہ اوسکا نشانہ تکذیب نبی تھا اور کوئی مقلد تکذیب نبی نہیں کر سکتا بلکہ نبی صلی اللہ علیہ
 وسلم نے جو کہ جتہ و دن کو اجہاؤ کرنے کی لاویا اوس پر عمل کرنے کی ہم کو اجازت دتی ہے
 اس لئے ہم اوس پر عمل کرتے ہیں البتہ احادیث جب مذہب کے خلاف پیش کی جائیں

تو یہ ضرور کہنا چاہیگا کہ احادیث ہمارے ستر لکھوں پر اور وہ سب واجب التعلیم ہیں ایسی ہی
 ستر ہزار شیخوں کے ختم کو ہم باعث انجیل مراد سمجھتے ہیں اور اس کے اس قدر دلداد دین کہ
 اہل حدیث بھی انہوں کے مگر چونکہ کل احادیث کے معنی بخاری وغیرہ میں نہیں اور جبریل
 میں وہ امام بخاری وغیرہ کے اجتہادی ہیں جو ہمارے امام کے شاگردوں کے شاگرد تھے
 اس وجہ سے ان معنی کو نہیں مانتے جو ہر شخص اپنی رائے سے بیان کرے بلکہ اس تحقیق کو
 مانتے ہیں جو تمام آیات و احادیث کو پیش نظر رکھ کر ایک جلیل القدر امام الوقت بیان کرے
 اور ہم لوگ اسکے بالخیر بھی ہیں کہ جو شخص قرآن و حدیث کو پیش کرے اس کو مان جائیں بلکہ
 سلف صالح نے ہمیں یہ طریقہ سکھایا ہے کہ غیر معتد شخص قرآن بھی سنائے تو نہ سنا جائے
 چنانچہ سنن دارمی میں یہ روایت ہے عن اہلنا بن عبید قال دخل رجلان من
 اصحاب اہلنا علی ابن سیرین فقالا لہ ابیکر ان لحد قال لا قالوا فقلنا علیک
 ایہ من کتاب اللہ قال لا لیقومان عنی او لا قومن فقال بعض القوم یا ابابکر
 ما علیک ان یقل علیک ایہ من کتاب اللہ تعالیٰ قال خشیت ان
 یقل علی فی حق فافہم فقلت فی قلبی یعنی ابن سیرین کے پاس دو شخص آئے جمال
 سے تھے اور کہا کہ ہم ایک حدیث آپ کو سناتے ہیں فرمایا میں نہیں مانتا پھر کہا قرآن کی ایک
 آیت ہی سن لیجئے کہ انہیں اور فرمایا تمہارا من سے چلے جاؤ یا میں اٹھ جاتا ہوں تو کون
 نے کہا حضرت اگر آپ قرآن کی آیت سن لیتے تو کیا نقصان تھا فرمایا اگر وہ آیت پڑھاؤ حکم
 مضمون میں تحریر کر دیتے اور وہ ہی بات میرے دل میں جم جاتی تو خوف کی بات تھی
 دیکھتے اور کون نے ابن سیرین کو کہیے متعصب اور جاہل اپنی قوم میں جا کر بنایا ہوگا کہ
 انہوں نے نہ حدیث سنی نہ قرآن بلکہ یہ آیت پڑھاؤ لگا کفر بھی ثابت کر دیا ہوگا جو حق تھا
 فرمایا ہے وَاذْكُرْ حَى الْقُرْآنِ فَاسْلَمَتْ مُعَاوَالَهُ وَأَذْكُرُوا الْعُلَکَ مَتَدَحْمَعُونَ یعنی جب
 قرآن پڑھا جائے تو سنو اور چپ رہو بجاوے اسکے کہ سن کر چپ رہتے انہوں نے منہ بھی گواہ
 نہ کیا پھر کس طرح وہ متحق جہت ہو سکتے ہیں اور خدا جانے کیسی کسی مٹو گافیان کر کے انکو
 کافر بنانے میں کوشش کی ہو گی سگر اہل اسلام ایسے جلیل القدر تابعی کی نسبت یہ گمان

کہ باوجود ایمان اور تبحر علم کے اون حضرات کو اس درجہ کی احتیاط تھی کہ غیر مذہب الودن سے قرآن کی آیت بھی نہیں سنتے تھے اس خیال سے کہ کہیں اس کے عقائدہ فاسدہ کا اثر اپنے دل پر نہ پڑ جائے۔ اور اس زمانہ میں ہر کم علم بلکہ بے علم شخص بھی اہل مذہب باطلہ کے اقوال کو سنتے اور دیکھنے کی کچھ پروا نہیں کرتا بلکہ اس کو دینداری اور حق پسندی سمجھ کر اپنی بے تعصبی کا ثبوت دیتا ہے۔

بات یہ ہے کہ جن حضرات کو اپنے ایمان اور اعتقادات کی قدر ہے اور قرآن و حدیث پر پورا ایمان اور جبراً و سنہراً پر کامل یقین ہے اور ان کو اعتیاد کرنے کی ضرورت نہ ہوتی ہے بلکہ خود فطرت انسانی کا مقتضی ہے کہ جس چیز کو آدمی بیش بھاء اور عزیز و محبوبہ سمجھے اس کی حفاظت میں کمال درجہ کی اعتیاد کو کام میں لاتا ہے یہاں تک کہ اپنے دوست سے بھی بدگمان ہو سکے۔ یہی علامہ سجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: نگہدار و آن شیخ و کیسہ در ہد کہ داند ہمہ خلق را کیسہ برہ۔ اب دیکھئے کیا ایک جاما کی حفاظت میں یہی اعتیاد ہو تو ایمان جس پر نجات اخروی اور ابد الابد کی بہبودی کا مدار ہے اس کی کس قدر اعتیاد چاہئے اور حدیث شریف میں یہی اس کی تعلیم کی گئی ہے چنانچہ مقاصد حسنیہ میں امام سخاوی رحمہ نے یہ حدیث نقل کی ہے: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم احتویبوا من الناس سوء الظن سواک۔ احمد و ترمذی نے لوگوں سے بدگمانی کر کے اپنی حفاظت کر لو جب تک طبیعت پر تقلید کی جگہ بندہ کی عادی تہمین اہل سنت و جماعت کا گروہ ایک کثیر التعداد اشخاص پر شامل تہید اور جب سے ترک تقلید سے آزادی طبیعتوں میں آگئی ہے ایسے نئے نئے فرقہ فیتے جاتے۔

میں جنکا وجود خیال میں بھی نہیں آتا تھا اور لاندہ میں کاشیوع اور سوقت جو صدیوں میں نہیں ہوا
 تھا اب مہینوں بلکہ دنوں میں ہو رہا ہے اور یہ جتنے نئے فرقے بنتے جاتے ہیں انہی
 عقائد میں ہر ایک کے پیچھے ایک نوک میں جواب بنانی دشمن بن گئے ہیں۔ غرض کہ مسلمانوں کو
 چاہئے کہ اگر اپنی امت و جماعت کے متبعین علماء نے جو تمام آیات و احادیث کو اپنے پیچھے لگا کر
 جان نشانی سے دینی احکام کو مٹ کر کے کتب فقہ میں لکھ دیں تو میں امن کو ہرگز نہیں چھوڑیں
 اور مخالفین کو آیات و احادیث پیش کریں اور ان کو قابل التفات نہ سمجھیں کیونکہ جتنے ہی

دوسرے اپنے آپ کو اسلام کی طرف منسوب کرتے ہیں سب کا استدلال قرآن و حدیث ہی سے ہے اب کہتے کہ آدمی کس کس کی پیروی کرے یہ جس طرح قرآن سے ہدایت متعلق ہے یہی ضلالت کا سبب بھی وہی ہو جاتا ہے کما قال اللہ تعالیٰ یضل بہ کثیرا و یضل بہ کثیرا اس لئے مقتضائے عقل بھی ہے کہ اہل نہیب بالبلد نہ سے نہ قرآن سننے نہ حدیث بلکہ جس طرح کہ وراثت و جماعت جن میں علماء و محدثین اور اولیاء اللہ شریک ہیں قرآن و حدیث کا سبب اریعہ میں سے کسی ایک نہیب کے مقلد رہے ہو کو بھی چاہئے کہ اپنی کی پیروی کریں کیونکہ اسلام میں اجماع ہی ایک بڑی چیز سمجھی جاتی ہے۔ یہ بات مشاہدہ ہے کہ جس شخص کو مقتدا بقیان منظور ہوتا ہے تو چند آیات و احادیث میں غور و فکر کر کے اور اقوال سلف اور عقل سے مدد لیکر کسی بات کو ختم یا نشان بناتا ہے اور جو صاحبکودین کی عقل ضعیف ہوتی اور وہ ہم پر پیہر جیسے ہیں یہاں تک کہ ان کا ایک فرقہ بن جاتا ہے اور وہ سب اس کے تابع اور مقلد کہلاتے ہیں اور وہ ان کا مقتدا اور جو عقل مند ہوتے ہیں وہ سمجھ جاتے ہیں کہ میں نے بالکل صحیح کہا ہے کہ اپنے تابع اور مقتدا بنالے اور خود ہمارا پیشوا اور حاکم بنے اور وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم مجتہد تو ہو ہی نہیں سکتے کسی نہ کسی کی تقلید کا قلاوہ ہماری گردن میں نہرو رہے گا تو ہنس و ناکس کی تقلید کا حکم کیوں قبول کریں اور ایسے شخص کی تقلید کیوں کریں جن کے تہذیب اور ادب اور علم و فہم ہونے پر امام بخاری رحمہ اللہ کے حدیث اسنادہ سے گہری دی ہے اور اوسے زمانہ کے اکابر محدثین سننے اور ان کو اپنا مقتدا مان لیا اور انہوں نے ان سے جن میں اکثر صحاح متہ کی احادیث سے بخوبی واقف تھے اور ان کی تقلید کی۔ ایسے عینیل القندام کی تقلید کو چھوڑ کر کسی آخری زمانہ والے کے ہاتھ میں اپنا قلاوہ دینا عقل سے عینیل القندام سے اذہم وقت زمانہ قرآن و حدیث کے غرض کہ مقتدا بننا جو اپنے آباؤ اجداد کے طریقہ پر ہیں یہ بات اور کو تیسرا معلوم ہوئی ہے کہ امام صاحب نے اسی بحث میں یہ نتیجہ نکالا کہ مذہب و زمانہ کا بھی جو نہ لاجد نہ اس اور نہ کسی پرستی سے سب اگر ان کا امام تقلید یا تابعی نہ ہوگا لہذا کہ تقلید یا تابعی کے ساتھ وہ برابر کر دی جائے تو تمام علماء و پیغمبر الہام رکاب سدا رہے کیونکہ انہوں نے اپنے نبی کریم و پیغمبرانہ

باتین سنن میں معجزہ دیکھنے بلکہ اپنے آبا و اجداد ہی سے سن سن کر ایمان لائے۔ مگر جو لوگ
 سمجھدار ہیں وہ یہی سمجھ گئے کہ ہر زمانہ کے معتزلیہ مسلمان خصوصاً اپنے آبا و اجداد جن پر
 زیادہ ہوتا ہے جب ان تمام امر کی گواہی دیتے آئے تو بعد والوں کو نسبت کا یقین
 علم ہو گیا اب اگر یہ تقلید بھی سہ تو ایسے امر میں ہے جو اسلام میں ضروری سمجھا گیا ہے
 جس کا وجود تو اتر سے ثابت ہو گیا ہے اسی طرح مقلدین کی تقلید آباؤی کا حال ہے۔
 یہ بات یاد رہے کہ اس زمانہ میں تقلید مذاہب اربعہ سے بہتر کوئی مستحکم قلعہ نہیں جیسا کہ
 شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی لکھا ہے اگر تقلید آباؤی کا فقرہ سن کر کسی کو بدلتا جائے اور
 اس قلعہ سے باہر نکل پڑے تو کسی نے کسی مکار و غدار کا ضرر و شمار ہو جائے گا کیونکہ ہر شخص کا
 کام نہیں کہ مخالفوں کی دلائل کو رد کر کے اپنا حقانی دین مذہب ثابت کر سکے۔ اس صورت
 میں ضرور کسی ایسے شخص کی تقلید کرنی ہوگی کہ نہ اس کو دین سے کام ہے نہ مذہب سے
 غرض بلکہ صرف جاہوں کا مقتدا بننا اور انکو اپنے مقلد بنانا منظور ہوگا۔ اس موقع میں ہر
 لوگ یہ دھوکا دیتے ہیں کہ ہم اپنی تقلید کرنا نہیں چاہتے۔ بلکہ اعلیٰ بالحديث چاہتے ہیں۔
 یہ ایسا فقرہ ہے کہ بھولے بھالے مسلمانوں کے دہون پرفسون کا کام کر جاتا ہے
 مگر اہل علم سمجھتے ہیں کہ اعلیٰ بالحديث ہر شخص کا کام نہیں اس کے لئے اعلیٰ اور صحت کی قوت
 اجتہاد کی ضرورت ہے دیکھئے عمر رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب منظر
 کیا کہ زکوٰۃ نہ دینے والوں سے جہاد درست نہیں اس وقت صحیح حدیث پیش کی
 جبکہ صدیق اکبر بھی جانتے تھے باوجود اس کے انھوں نے اجتہاد کی ضرورت سمجھی
 اور خدا کا لئے کوئی نہ کیا۔ تاہم حدیث پیش نظر ہو گئی تعین کدہ و فہون نے اس حدیث
 پر کڑا درست نہیں سمجھا۔ آخر کیا ہے اس حدیث کو ترک کر کے صدیق اکبر رضی اللہ
 عنہ کے اجتہاد کی گواہی لیا اس سے ظاہر ہے کہ وہی احادیث اور ارجح کے معنی دین میں
 متبرکین پر مجتہدوں کے فریضے پہنچیں۔ مگر صحیح حدیث کے پیش ہونے ہی کو
 اہل علم جب حدیث صدیق اکبر کو اجتہاد پر بھی جرات نہوتی۔ غرض کہ بخاری شریف کی حدیث
 اویہ وقت واجب العمل ہونے کی مستند مجتہد کے اجتہاد میں بھی واجب العمل قرار پائیں۔

مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے عقد الجید میں لکھا ہے کہ کسی خصوصیت مقام اور قرائن خاصہ کی وجہ سے صحت حدیث ثابت ہوتی ہے اور جدلی امور کلیہ سے اوس کا ابطال کرنا چاہنا ہے سوا اوس کی مثال ایسی ہوگی کہ کسی پتھر کو مثلاً دیکھنے سے یقین ہوتا ہے کہ وہ پتھر ہے مگر جدلی اوس میں شک ڈالنے کی غرض سے کہتا ہے کہ ہر چیز کی شناخت رنگ اور شکل وغیرہ سے ہوتی ہے اور چونکہ ممکن امور میں تشابہ ہوتا ہے اس لئے اوس کے پتھر ہونے کا یقین نہیں ہو سکتا۔ جب قرائن خاصہ سے حدیث کی صحت ثابت ہو جائے تو جدلی کا قول قابل اعتبار نہ ہوگا بلکہ ایسے موقع میں سکون اور اطمینان قلب دیکھا جاتا ہے جیسا کہ وہ قرائن سے حاصل ہوتا تھا۔ پس تقریر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی مسئلہ میں صحت کسی حدیث کی ثابت ہو جائے اور دوسرے احادیث یا قرائن اسے مجتہد کو سکون اور اطمینان حاصل نہ تو انکو ضرور ہوگا کہ اجتہاد کو کے ایر احکم متنبط کریں جس سے انکو اطمینان حاصل ہو اسی وجہ سے اکثر ائمہ صحیح حدیثین پر ہونے کی ضرورت ہوتی ہے جیسا کہ صحابہ کبار کے طریقہ عمل سے ثابت ہوا۔

غرض کہ جن کو وجہ اجتہاد حاصل نہیں انکو سکون اور اطمینان قلبی حاصل کرنے کا صحیح طریقہ ہے کہ تحقیق کر لیں کہ معتد علیہ مجتہد نے بھی حدیث مجتہد عنہ کو واجب العمل قرار دیا یا نہیں اگر ہر طالب علم کے کہنے سے عمل بالحدیث کو نہ لگیں تو ان طلبہ کے عقائد باریہ الحفال بن جائیں گے۔ کیونکہ اس زمانہ میں مجتہد ہر گز قرین قیاس نہیں اس وجہ سے کہ مجتہد کو ضرور ہے کہ اجتہاد کر کے ہر مسئلہ میں اطمینان کیفیت حاصل کرے کہ یہی شرائط کی ضرورت ہے۔ اور کسی مسئلہ میں اطمینان کیفیت اس وقت تک نہیں پیدا ہو سکتی کہ تمام آیات اور نام احادیث اور تمام اقوال صحابہ جو اوس مسئلہ سے متعلق ہیں پیش نظر آجائیں جیسا کہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے انصاف میں لکھا ہے۔ و تا نبھان عجیب ایجاد و کائنات فیہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یتنبہ۔ بماخذ الفقہ ویجمع مختلفہما اور صحیح احادیث و آثار کا مفقود ہو جاتا یقیناً ثابت ہے تو یہ چند مروجہ حدیثین اور ان لاکھوں کے قائم مقام کیا یہ ہو سکیں۔ پھر احادیث میں قابل اعتماد وہ حدیثین

ہوتی ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری قول یا فعل مذکور ہو جیسا کہ بخاری شریف میں ہے قال الزہری وانا یخذ من امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الاخر فاخر۔ جب لاکھون حدیثیں تلف ہو گئیں تو اس قسم کی بھی سیکرہ دن بالکیرہ ضرورت تلف ہوئی ہوگی۔ ہاں اگر اصحاب صحاح ستہ یہ تصریح کر دیں کہ کل صحیح حدیثیں ہیں پہنچ گئی ہیں مگر کسی مصلحت سے ہم نے بیکار حدیثوں کو ترک کر دیا اور کام کام کی حدیثیں صحاح میں لکھ دیں۔ تو اون کے اعتماد پر یہ کہنا ممکن تھا کہ تلف شدہ حدیثوں کو دین کے معاملہ میں کوئی دخل نہ تھا اس لئے اوکا تلف ہونا ہی اچھا ہوا جس سے حفاظت کی مصیبت سر نہ لگی مگر یہ بھی ثابت نہوا اس لئے کہ کسی محدث نے یہ دعویٰ کیا ہی نہیں کہ مجھے کل صحیح حدیثیں پہنچی ہیں اور میں نے اون حدیثوں میں سے وہی حدیثیں انتخاب کر کے اپنی کتاب میں لکھی ہیں جن میں حضرت کے آخری قول اور فعل نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو صحاح میں ہر مسئلہ سے متعلق ایک ہی حدیث ہوتی حالانکہ بخاری وغیرہ کتب صحاح میں اکثر متعارف حدیثیں موجود ہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ صرف ناسخ اور معمول جہا حدیثوں کے تلف کا اوصاف نے التزام نہیں کیا۔ دیکھئے بخاری شریف میں یہ حدیث موجود ہے قال ابوالدرداء کیف کان عبد اللہ یقرؤ واللیل اذا یغشی قال طلائعہ والانشی فقال ابوالدرداء ما نزال حولاً حتی کادوا یشککونی وقد سمعنا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ یقرؤ اللیل فی کل رایتین واجب العمل ہوتین تو سورہ واللیل میں کوئی نہیں تو اہل حدیث تو ضرور الذکر والانشی پڑھتے حالانکہ غالباً وہ بھی ایسا نہ پڑھتے ہونگے اس سے ظاہر ہے کہ بخاری شریف میں بھی واجب العمل اور غیر واجب العمل ہر قسم کی روایتیں موجود ہیں۔ اب بتائے کہ کیا ممکن ہے کہ آخری زمانہ والے اجتہاد کے مدعی تمام صحیح اور ناسخ حدیثیں حاصل کر لیں جس سے طعن کی کیفیت دل میں پیدا ہو۔ اس زمانہ میں اطمینانی کیفیت پیدا ہونے کی تدبیر سوائے اس کے اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ وہ لاکھوں حدیثیں کا ہر ایک فرض کر لی جائیں اور یہ خیال کر لیا جائے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ فرمایا ہی نہیں۔ مگر یہ تصور خلاف واقع

ہو گا اور جو اجتہاد اوس پر متفرع ہو گا وہ سارا الفاسد علی الفاسد ہو گی۔

اگر انصاف سے دیکھا جائے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ چند صحاح محدثین اور شیخین وقت غنیمت اور کافی سبھی جاتین کے کل احادیث کا حاصل اور خلاصہ ہمارے پاس نہ ہوتا مگر جب اکابر دین کی شہادتین سے ثابت ہو گیا کہ فقہ حنفیہ تقریباً کل حدیثوں کا مختص ہے تو مقتضائے عقل یہی ہے کہ اوسکو قائم مقام کل حدیثوں کے تصور کر لیں۔

چونکہ کل رفت و گشتان شہر خراب ہوئے گل راز کہ جو کراں گلاب

یہ بات میں اپنی طرف سے غصین کہتا بلکہ خود محدثین نے کہا ہے کہ ابو حنیفہ رحمہ نے احادیث کو محفوظ کر دیا۔

غرض کہ جب امام صاحب نے تمام آیات و احادیث و آثار کو جمع کر کے اودن سے بسال جزئیہ کے استخراج کیا باگران اپنے ذمہ لیا اور اوس کام میں جس قدر ضرورتین پیش آئیں سب کو نہایت اہتمام اور احتیاط سے پوری کیا تو اودن کی محنت شاقہ کو کان کم لکین کے کے طے شدہ امور کو بے بضاعتی کی حالت میں از سر نو شروع کرنا کس قدر بے ضرورت اور فضول ہے۔ اگر اسی فقہ پر ظن غالب کر لیا جائے کہ تمام احادیث و آثار کا خلاصہ ہے تو اوسکو تائید دینے والین بہت سے اکابر دین کی شہادتین موجود ہیں بخلاف اس کے اپنے اجتہاد کیا جائیگا اوس پر ہرگز حسن ظن نہیں ہو سکتا کہ وہ کل احادیث کا خلاصہ ہے اور جب تک کسی چیز پر ظن غالب نہ ہو وہ شریعت میں قابل اعتبار نہیں اسوجہ سے امت مرحومہ میں مذاہب حقہ وہی چار تسلیم کر گئے ہیں جنکی تدوین صحاح ستہ کی تدوین سے پہلے ہو چکی ہے جس زمانہ میں تقریباً کل صحیح حدیثیں موجود تھیں اور اوس کے بعد منقود ہو گئیں۔ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب انصاف میں لکھتے ہیں کہ اہل حق کے اجماع سے یہ بات ثابت ہے کہ واجب اصلی یہ ہے کہ امت میں ایک شخص ایسا ہو کہ احکام فرعیہ اولہ تفصیلہ سے معلوم کرے چونکہ مقدمہ واجب واجب ہے تو اگر کسی واجب کے حاصل کرنے کے کئی طریقہ ہوں تو کسی ایک طریقہ کا حاصل کرنا واجب ہو گا۔ اور جب ایک ہی طریقہ اوس کا معین ہو جائے تو صرف اسی طریقہ

کو حاصل کرنا واجب ہے مثلاً کوئی شخص ہالت مختصہ میں مبتلا ہو جس سے خوف ہلاک ہو تو اس مختصہ کو دفع کرنے کے لئے غذا خریدے یا جنگل سے میوے وغیرہ چکار کھائے یا شکار کرے۔ غرض کہ ان مختلف طریقوں سے کوئی ایک طریقہ دفع ہلاک کے لئے اختیار کرنا ضرور ہو گا اور اگر سب طریقے مسدود ہوں اور ایک ہی طریقہ کہلا ہو مثلاً خریدی غذا کا تو اس پر واجب ہو گا کہ کچھ خرید کر کھائے انہی۔ دیکھئے جب کل احادیث خصوصاً ناسخ حدیثوں کے محال کرنے کے سبب طریقہ مسدود ہو گئے اس لئے کہ لاکھوں حدیثیں مفقود ہو گئیں تو اب واجب یہی ہے کہ فقہ کی تقلید کی جائے جس کے خلاصہ احادیث ہونے کا ظن غالب ہے کیونکہ بخاری وغیرہ پر ظن غالب ہے کہ نہیں ہو سکتا کہ کل احادیث کا مجموعہ یا خلاصہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لاکھوں علماء باوجودیکہ صحاح ستہ کو خوب جانتے تھے مگر مذہب ہی کی تقلید کرتے رہے۔

یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ لائق ہے کہ ابتداءً کن لوگوں نے ترک تقلید کر کے خود سری اور تحقیق کا دعویٰ کیا کہ سب احادیث و تواریخ سے ظاہر ہے کہ وہ لوگ وہ تھے جنکو صحابہ نے خوارج کا لقب دیا تھا ہر چند اس لفظ کے اور بھی معنی ہیں مگر اس لحاظ سے بھی یہہ لفظ صادق آجاتا ہے کہ وہ تقلید سے خارج ہو گئے تھے بہنا سبب مقام تھوڑا سا حال اونکا یہاں لکھا جاتا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور معاویہ رضی اللہ عنہما میں متعدد جنگ ہوئے اور یہ تجویز قرار پائی کہ طرین سے حکم مقرر ہوں اور اوکلی رائے فیصلہ قرار پایا۔ یہ بات اون لوگوں کو ناگوار ہوئی جنکو کمال تقویٰ اور علم کا دعویٰ تھا وہ لوگ علی کرم اللہ وجہہ کے لشکر کو کہہ کر علحدہ ہو گئے کہ ہم تمنا خدا سے تعالیٰ کا کام ہے جب علی رضی اللہ عنہ دوسرے کے حکم پر راضی ہوئے تو وہ کافر حلال لدم ہو گئے اب اونکی اتباع اور تقلید جائز نہیں۔ ابوالفرج ابن جریر نے تہذیب التہذیب میں لکھا ہے کہ یہ لوگ اپنے کو علم میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فریاد دیتے تھے۔ ہر چند ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اون سے کہا کہ علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ شام و ہاجرین و انصار ہیں جن میں قرآن نازل ہوا ہے تم سے زیادہ قرآن کے معنی جا

ہیں اور ان کے جیسا ایک شخص بھی نہیں مگر انہوں نے نہ مانا اور کئی سوال کئے جن میں ایک یہ تھا کہ خدا تعالیٰ تو فرماتا ہے ان الحكماء لا اله الا الله اور علی بن ابی طالب نے آدمین کو حکم مقرر کیا آدمین کو حکم ہے کیا تعلق تلبیس التلبیس کی یہ عبارت ہے۔ قالوا اما احدنا نحن فاننا حكم الرجال في امر الله وقد قال الله تعالى ان الحكم الا لله فما شان الرجال والحكم بعد قول الله اور اس میں لکھا ہے کہ خواجہ مین سے حرقوس وغیرہ نے علی کرم اللہ وجہہ سے کہا لا حکم الا لله آپ نے بھی فرمایا لا حکم الا لله یہ سنکر اس نے کہا جب یہی بات ہے تو تو بکر و اور اپنے فیصلہ سے رجوع کرو اور اگر ایسا نہ کر دے گے تو ہم تم سے جنگ کریں گے۔ لکھا ہے کہ جب جنگ شروع ہوئی تو خواجہ کی فوج میں ایک دوسرے سے کہتا تھا کہ تھمیب اللقاء الرب الروح الروح الى الجنة یعنی اپنے رب سے ملنے کے لئے آمادہ ہو جاؤ اور چلو جنت کی طرف جلدی چلو۔

بڑی جہت کا مقام ہے کہ وہ کیسے قوی الایمان لوگ تھے کہ راہ خدا میں جان دینا اور پھر ذرا بھی گراں نہ تھا بآدمین کے یہ چند گراں بہا معنی خیز الفاظ اس کے دلی دلوں کو کس قدر جنت سے بیان کر رہے ہیں کہ اولی عمر کا وہ ایک ہی دن تھا جس میں عمر عجمی کی سعی اور جان فدا ہوئی تیج پیش نظر ہو گیا تھا۔ اولیٰ ایمان اور صدق ہرگز گوارا نہیں کرتا تھا کہ وہ دن اٹل جلتے موت کی تاخیر نہ وہ ایک صدہ جانا کاہہ سمجھتے تھے جو قصور اور جنت کے تمام ماں ان پیش نظر ہو گئے تھے کہ اب کوئی دم میں وہاں پہونچ کر مصائب و موبی سے بیکدوش ہو جائے کہ ہیں اور خدا نے تعالیٰ کی ملاقات جسکی متاع عمر بھر ہی اب ہونے کو ہے۔ مگر افسوس سنہ کہ بزرگان دین کی زمین اور خود سری و ترک تقلید نے سب آرزوؤں کو خاک میں ملا دیا اور بجائے جنت کے دنیا کا مستحق بنا دیا۔ اگرچہ ان کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تقلید کر لیتے تو وہ آرزو میں پوری ہو تین ملک اور اسے بھی زیادہ کئے تھے تھی ہو جاتے۔

کہا ہے کہ جب نہروان برکئی بابر خوارزم مارے گئے تو عبد الرحمن بن ملجم غیر نے اپنے مقتول رفقا کا ذکر کیا کہ ہا کہ وہ ایسے لوگ تھے کہ جنگ خدا کے معاملہ میں کبھی کسی کی حالت کا خوف نہ تھا وہ تو نہ قصد کو کیا ہوئے گئے اب ہم کو چاہئے کہ اپنی جان میں دیکر اپنے

جنت خرید لین اور ان کو گمراہ الہ یعنی علی کرم اللہ وجہہ اور معاویہ رضہ کو قتل کر کے بندگان خدا کو راحت پہونچانے میں جتنا نیکہ منظمہ میں یہ عہد و میثاق موکہ ہوگا کہ ابن ابی حمزہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اور بیک معاویہ رضہ کو اور عمرو بن ابی عمرو بن عاص کو ایک ہی روز قتل کر ڈالیں چنانچہ ابن ابی حمزہ شہنشاہ کو قتل کیا اور اپنا معاویہ رضہ پورا کیا

اوس کے استقلال کا حال لکھا ہے کہ جب وہ قتل کے لئے قی خانہ سے نکلا گیا تو عبدات بن جعفر رضہ نے اوس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کاٹے مگر اوس نے اُت نہ کیا پھر گرم گرم سیخن میں بکھڑکی گئیں جب بھی استقلال کو نہ چھوڑا بلکہ کمال استقلال سے سورہ اقرار کی قرات شروع کی اور یہ حالت تھی کہ اوس ہر آنکھوں سے خون بہہ رہا ہے اور آنکھیں نکل پڑ رہی ہیں اور اوس زبان پر سورہ اقرار جاری ہے یہاں تک کہ اوس سورہ کو ختم کیا اوس کے بعد زبان کاٹنے کے لئے پھانسی لگایا اوس وقت ہر ذرہ و ذرہ لگا جب اوس کا سبب پوچھا گیا تو کہا مجھے گوارا نہیں کہ دنیا میں کوئی ایسا وقت گزرے کہ جس میں خدا سے تعالیٰ کا ذکر نہ کر سکوں اور فی الحقیقت کثرت عبادت اوس کے چہرے سے نمایاں بھی تھی کثرت جود سے اوس کی پیشانی پر کھٹا ہو گیا تھا خارج کا اعتقاد اوس کی نسبت یہ تھا کہ آیت شریفہ ومن الناس من یشری نفسه ابتغاء ملۃ اوس کی شان میں نازل ہوئی تھی

ہم خیال اہل مذہب تو اوس کی تعریف کرتے ہی ہونگے اوس کی بیکہ اوس کے تمام مذہب والوں کی جان یہ تھی کہ جو شخص بے گناہ اوس کے تقویٰ اور استقلال اور قوت ایمانی کا قابل ہو جائیگا کیوں نہ ہو خود مدینہ اوس کی کثرت عبادت کا ذکر ہو گیا کہ اس روایت سے ظاہر ہے۔ عن ابی سعید رضہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الخیر قوم فیکم تحقر و ان صلواتکم مع صلواتہم وصیاءکم مع صیاءہم و اعمالکم مع اعمالہم یقرؤن القرآن ولا یجاہدوا جہادہم یموتون من الدین کما یموت السہم من الریۃ اخر جہاد فی الصحیحین وعن عبد اللہ ابن ابی اوفی قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الخواص کلاب الناس کذا فی قلبیس ابلیس کا ابن الجوزی رحمہ اللہ نے بھی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں

ہجئے کہ جن محدثین کے نام صحیح حدیثوں کی اسناد میں داخل ہیں جنکی صداقت بیان کو
 ثبوت حاصل ہے کہ حدیث کو سامع کے اعتقاد میں صحیح اور واجب العمل بنا دیتی ہے
 حدیث میں کے اکثر حضرات فقہ حنفیہ کو مطابق حدیث اور قابل وثوق بیان کر رہے ہیں
 اس جرم غفیر کے اجارے کے وثوق پر یہ کیوں نہ کہا جائے کہ جو مسائل فقہیہ بخاری وغیرہ
 مخالف ہیں دراصل ان احادیث صحیحہ کے موافق جو امام بخاری وغیرہ متاخرین رحمہ کو
 بن ہو چکے ہیں تو ضعیف بنکر اور ان حضرات کے زمانہ میں وہ سب صحیح اور واجب العمل تھے
 بلکہ بخاری و مسلم کی حدیثوں کو صحیح بنانے والے حضرات جب فقہ حنفیہ کو مطابق ایجاد
 کر رہے ہیں تو بخاری و مسلم کو صحیح ماننے والوں کو اس بات کا ظن غالب ہونا ضرور ہے
 فقہ حنفیہ واجب العمل ہے اور بخاری وغیرہ میں وہ حدیثیں موجود تھیں جنکے مطابق
 فقہ حنفیہ ہے اور اگر یہ ظن پیدا نہ ہو تو اس سے یہ لازم آئیگا کہ بخاری وغیرہ کی صحت
 بھی حسن ظن نہیں ہے۔

سامعین شک نہیں کہ صحیح حدیثیں واجب العمل ہیں اور موضوع حدیث پر عمل درست نہیں
 اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو حدیث صحیح ہو واجب العمل ہے چنانچہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
 میرے طریقہ عمل سے معلوم ہوا کہ عمل بالاجتہاد کو عمل بالحدیث پر ترجیح دی۔ اور اگر ہر صحیح
 حدیث واجب العمل ہوتی تو امام بخاری رحمہ لاکھ صحیح حدیثیں ضرور جمع کر دیتے جو انکو یا تمہیں
 نہ ہر ایک پر لوگ عمل کریں۔ اگر کہا جائے کہ امام بخاری نے واجب العمل انہی حدیثوں کو
 بخاری شریف میں ہیں تو ہم کہیں گے یہ سمجھنا اونکا اجتہاد تھا دوسرے مجتہدین پر حجت
 میں ہو سکتا جس طرح انہوں نے ان احادیث کو واجب العمل سمجھا دوسرے مجتہدین نے
 دوسری صحیح حدیثوں کو سمجھا۔ پھر بخاری میں بھی تو کل حدیثیں واجب العمل انہیں ہیں جیسا کہ
 بھی معلوم ہوا کہ سورۃ واللیل کی روایت پر عمل نہیں۔

خاکہ صحیح بخاری کی مخالفت سے منقلدین پر یہ الزام نہیں آسکتا کہ اونکا مذہب مخالف
 حدیث ہے۔

پھر بخاری شریف ایسے زمانہ میں لکھی گئی کہ لاکھوں صحیح حدیثیں مفقود ہو گئیں جو آئمہ اربعہ

دن نے نظر انداز کر دیا ہوگا اور ابن مبارک رحمہ اللہ فی الحدیث جو ہم بحر صاحب کی خدمت میں رہے کیا بغیر ان اعلیٰ درجہ کی منتخب حدیثین جاننے کے اہل لغویں الحدیث مسلم ہو گئے ہونگے۔ مگر انہیں غرض کہ متعدد اور مختلف قرائن و وجوہ سے ثابت ہے کہ بخاری شریف میں جتنی حدیثیں ہیں خصوصاً وہ حدیثیں جن سے احکام فقہیہ متعلق ہیں امام صاحب کو پہنچنے اور اجتہاد کے وقت وہ ضرور پیش ہوئی تھیں کیونکہ متعدد روایات کی شہادتوں سے ثابت ہے کہ جن احادیث سے مسائل فقہیہ کا تعلق ہے انکو امام صاحب خوب جانتے تھے۔

یہ کہنا چاہئے کہ بخاری شریف کی حدیثیں اجتہاد کے وقت اگر پیش نظر تھیں تو بعض ماکل فقہیہ خلاف اہل احادیث کے کیوں ہوئے جس کی وجہ سے حامل بالحدیث نہیں پر اعتراض کرتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ ہر ایک اجتہادی مسئلہ سے جتنی حدیثیں نطق ہوتی ہیں اجتہاد کے وقت سب پیش نظر رکھی جاتی تھیں اور جتنا سرمایہ لغت و محاورات عرب وغیرہ امور کی ضرورت ہوتی ہے سب فراہم وہیا ہوتا تھا اور وقت تمام امور میں تدبیر کے ایک ایسی بات نکالی جاتی تھی جس میں وہ تمام امور ملحوظ ہوں۔ کام آسان نہیں ہے اسوجہ سے ایک ایک مسئلہ کی تحقیق میں ایک ایک مہینہ جاتا تھا۔ غرض کہ جب اجتہاد میں تمام آیات و احادیث ہر مسئلہ سے متعلق پیش ہوتی ہیں اور ان کے ہر باب پر نظر ڈالی جاتی تھی تو یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ ہر ایک حدیث کا پورا معنی مسئلہ میں لکھ دیا جائے بلکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دوسرے آیات و احادیث کے لحاظ سے بعض حدیثیں پوری ترک کر دی جاتی ہیں جیسا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: **رضی اللہ عنہ** کی پیش کی ہوئی حدیث پر عمل کیا اسطرح بعض حدیثیں ہی کی مسائل فقہیہ میں متروک العمل ہوئیں اور یہ اجتہاد کا لازمہ ہے۔

بہ اللہ البالغہ میں مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رہنے لکھا ہے کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ حدیث صحیح ہو پختہ پر بھی مجتہد کو ظن غالب نہیں پیدا ہوتا اس لئے وہ اپنے ہاؤ کو ترک نہیں کر سکتا بلکہ حدیث پر طعن کرتا ہے جیسا کہ صحاح ستہ میں یہ روایت ہے۔

فاطمہ بنت قیس رحمہ اللہ عمرہ کے روز بروز وہ گواہی دین کہ جب میرے غور نے مجھے تین طلاق دین تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے ذنقہ مقرر فرمایا نہ سکئی، ہم غور نے فرمایا کہ میں ایک عورت کے کہنے کے کتاب اللہ کو نہیں چھوڑ سکتا بلکہ میں یہ حکم دیتا ہوں کہ ایسے طلاق کے لئے نفقہ بھی دلایا جائے اور سکئی یہی، اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی فرمایا کہ اسے فاطمہ کیا تم خدا سے نہیں ڈرتی ہو؟

اب دیکھئے کہ جب قاعدہ مسئلہ صحابہ کل عدول ہیں یہ خیال ہرگز نہیں ہو سکتا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جھوٹ کھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اقرار کیا اور یہ بھی ممکن نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خلاف قرآن حکم کیا ہوا سوائے یہ ضرور ماننا پڑے گا کہ یا تو یہ حکم قبل نزول آیہ طہ ہو گا یا اوس موقع کی کوئی خصوصیت تھی جبکہ حضرت ہی جانتے تھے بحر حال مجتہد کو ایسے مواقع میں اجتہاد سے کام لینے کی ضرورت ہوتی ہے اسوجہ سے عمرہ نے او صحیح حدیث کو ترک کر کے اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ ہر صحیح حدیث قابل عمل نہیں ہو سکتی بلکہ اجتہاد کی ضرورت باقی ہے۔

یہی بات اس روایت سے بھی ظاہر ہے عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال عمر رضی اللہ عنہما ای اقرؤنا ما انا لندع من لحن ابی وانی یقول اخذت من فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلا اترکہ بشی قال اللہ ما ننسخ من آیت و ننسخها نأت بخی منها او مثلھا رواہ البخاری یعنی عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہر چند ابی وہ ہم سب سے زیادہ قرا جانتے ہیں مگر جس بات میں انہوں نے خطا کی ہے اوس کو ہم ضرور ترک کر دیں گے وہ کہتے ہیں کہ فلاں آیت کو میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے سن چکا ہوں اس لئے میں اوس کو کسی وجہ سے یعنی کیسی ہی دلیل اوس کے مقابل میں پیش ہونہ چھوڑوں گا۔ وہ یہ خیال نہیں کرتے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے ما ننسخ من آیت الا یہ لینے ہم کس آیت منسوخ کرتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو اوس سے بہتر یا اوس کے مثل دوسری آیت نازل کرتے ہیں یا نفعی اب دیکھئے کہ باوجودیکہ ابی وہ جس آیت کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سن چکے تھے اوس کا ذکر نہ فرماتا اور یہی وجہ تھی کہ اوس کے ترک کو حرام سمجھتے تھے

اور عمر رضی اللہ عنہما اور پھر زور حکومت والے غلیفہ وقت کی مخالفت کی کچھ پروا نہ کی مگر عمر
نے بھی اپنے جرمی اجتہاد کے مقابلہ میں اس کے جرم کی کچھ پروا نہ کی اور اپنے اجتہاد پر ہی کو
زوجہ دی اس سے ایک بات اور معلوم ہوئی کہ صحابہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک
سے جو کچھ سن لیتے یا کسی فعل کو آپ کے دیکھ لیتے دوسری روایت یا قرآن کی وجہ سے اپنی
مردی حدیث کو ترک نہیں کرتے تھے اور بمصدقہ لیس الخبر کا اجماع مقتضی طبعیت بھی
یہی ہے۔ مگر متحدین کا فرض منصبی ہے کہ دوسری احادیث و آیات و قوانین وغیرہ پر غور و فکر
کر کے ایک ایسی بات منقح کریں جس کے مطابق واقعہ اور حق ہونے کا ظن غالب ہو جائے
اور اس اجتہاد میں کوئی صحیح حدیث قصداً ہی ترک کر دیں تو اس کے مجاز میں حبس یا عتاب
کے بیان سے واضح ہے۔

ابو داؤد میں یہ روایت ہے عن الزہری ان عثمان بن عفان مرصداً اتم الصلوۃ
بمنی من اجل الاعراب لا یجو کثروا احامئذ فصلی بالناس اسبعالی علیہم
ان الصلوۃ اسبع یعنی عثمان نے منی میں نماز میں قصر نہیں کیا اور پوری
چار رکعتیں پڑھیں اس وجہ سے کہ اس سال بد و بہت سارے حج کے لئے آگئے تھے
اس چار رکعت پڑھنے سے اس کی تعلیم مقصود تھی کہ ظہر عصر اور عشا کی چار چار رکعتیں ہیں
دیکھئے تمام حدیثوں سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منی میں قصر فرمایا تھا
مگر عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے اجتہاد اور اسے سے اور حدیثوں پر عمل نہیں کیا۔ اس سے ثابت
ہے کہ مجتہد اپنے اجتہاد سے کسی حدیث کو ضرورتاً ترک بھی کر سکتا ہے۔ یہی روایت ابو
لحمی گئی کہ جن لوگوں نے صانا صانا کہا تھا خالد رضی اللہ عنہ نے جو امیر شکر تھا ان کے قتل
کا حکم دیا اور ان عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اجتہاد سے اس کے حکم کو نہیں مانا حالانکہ متعدد حدیثوں
سے ثابت ہے کہ اطاعت امیر کی واجب ہے۔ اس سے بھی ثابت ہے کہ اگر مجتہد
کسی لحاظ سے حدیث پر عمل نہ کرے تو وہ اس کا مجاز ہے۔

اور پر بھی مذکور ہو کہ باوجودیکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے اقتلوا المشرکین وھذہ الذین ہم
مشرکون جان ملین ان کو قتل کرو مگر نیل الاوطال میں علامہ رشوکانی رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے کہ صحابہ

صحابہ اور بیان کا قتل قیاس سے ممنوع ہے حالانکہ یہ لوگ اعلیٰ درجہ کے مشرک ہیں۔
 یہ روایت بھی اور مذکور ہوئی کہ ابن عمرؓ نے ابن عباسؓ کے مقابلہ یہ حدیث پیش کی
 قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان المذنب یعد بثلث بضع
 بکاء اہلہ علیہ اور بھی روایت عمرؓ سے بھی مروی ہے مگر عائشہؓ اور
 ابن عباسؓ رضی اللہ عنہما نے اپنے اجتہاد سے اس کو قبول نہیں کیا۔ اور ابن عمرؓ بھی کہتے
 ہو گئے۔

اب وہ کہتے کہ صدیق اکبرؓ و عارف عثمانؓ ذی النورینؓ عائشہ صدیقہؓ ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ رضی اللہ
 عنہم کے طریقہ عمل سے ثابت ہے کہ اگر مجتہد کو کوئی صحیح حدیث قیاس صحیح شرعی کے معارضہ
 ہو تو وہ اس کو متروک العمل کرنے کا مجاز ہے اور اس پر مہاجہ کا اجماع ہو گیا۔ یہی وہ (الذکر)
 فقط فقہاء ہی پر نہیں ہے بلکہ محدثین نے بھی اس باب میں اس لئے زیادہ حصہ لیا ہے وہ
 اپنے اجتہاد سے نفس حدیث ہی کو متروک بنا دیتے ہیں۔ کتب احادیث موضوعہ میں دیکھ
 لیجئے کہ ایسی حدیثیں جنکو محدثین نے اپنی کتابوں میں درج کیا اور ان کا اعتبار بڑھانے
 کے لئے اسناد میں بھی اور ان کے ساتھ ذکر کیں اور مدتوں وہ حدیثیں کلام نبویؐ سمجھی گئیں
 اور علما استلال اور سننے کرتے رہے۔ پھر بعض محدثین نے جو فن حدیث میں مجتہد بنائے
 جلاتے تھے ان حدیثوں کو موضوع قرار دیا یعنی حدیثوں سے ہی ان کو خارج کر کے
 بالکل متروک ہی کر دیا اگر اس کی تصدیق منظور ہو تو موضوعات ابن جوزیؒ کو دیکھ لیجئے
 انہوں نے اجتہاد سے موضوع حدیث پہچاننے کا یہ قاعدہ بھی بیان کیا جسکو امام سیوطیؒ
 نے تدریب الراوی میں نقل کیا ہے کہ اکثر ایسی حدیثوں کے سننے سے جسم پر بال
 کھڑے ہو جاتے ہیں اور دل میں اس سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔

ابن جوزیؒ نے جو علامت بتلائی ہے کہ موضوع حدیث سننے سے اکثر نفرت پیدا ہوتی
 ہے وہ وقت اجتہادی کے طرف اشارہ ہے جو خدا و رسولؐ کا کلام ایک مدت دراز تک
 دیکھنے اور تحقیق کرنے کے بعد پیدا ہوتی ہے جس سے آدمی اور باتوں کو فوراً پہچان
 جاتا ہے جو خلاف مرضی خدا و رسولؐ ہوں اسکا مطلب یہ نہیں کہ ہر کس و ناکس اس علامت

۱۔ موضوع حدیث پہچان سکتا ہے دیکھ لیجئے سید احمد خان صاحب اپنی تصانیف
 ۲۔ حوروں سے کسی نفرت ظاہر کرتے ہیں بیان تک لکھ دیا کہ اگر حوروں کے ساتھ
 حاملہ ہو تو ہمارے شراب خلنے جنت سے ہزار درجہ اچھے ہیں۔

۳۔ سفی کی مزاوت اور حکیموں سے جوش اعتقاد ہی کا نتیجہ ہے کہ اپنے دین کی کھلی کھلی
 بن قابل نفرت سمجھی جاتی ہیں اگر اس قسم کی نفرت معتبر ہو تو حدیث تو کیا لغو و باطل و بے
 موضوع کہنا شروع کیا۔

۴۔ اس قسم کے اجتہادوں سے نفس حدیث ہی متروک ہو جاتی ہے پھر اگر فقہا نے
 سب سے زیادہ حدیث و آیات کے لحاظ سے کسی حدیث کو متروک العمل قرار دیا تو کیا برا ہوا۔
 ۵۔ تو کسی سخت ضرورت کے وقت جب دوسری احادیث و آیات متعارض ہوں تو
 یہ حدیث کو متروک کرتے ہیں مگر امام بخاری رحمہ اللہ نے تو ایسا طریقہ ایجاد کیا کہ بے سبب
 مدعا بلکہ ہزار احادیث متروک العمل اور ساقط الاعتبار ہو گئیں یعنی سخت حدیث کیلئے
 ۶۔ شرطیں لگائیں کہ ہر صحیح حدیث جان بر نہیں ہو سکتی۔ گو امام مسلم رحمہ اللہ نے ویسا ہی
 ض شروط کی نسبت اذہن سخت اعتراض کیا مگر امام بخاری رحمہ اللہ کے مقابلہ میں اونکا اجتہاد
 نہ سبکا اور نہ ہزار صحیح حدیثیں متروک العمل ہو گئیں اب اہل انصاف خود سمجھ سکتے ہیں
 ۷۔ یہی شریف کی چند حدیثیں امام صاحب کے اجتہاد سے بلحاظ اشد ضرورت متروک
 عمل ہوں تو کیا مضائقہ پھر امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے اجتہاد سے جو شرطیں لگا کر بہت
 ۸۔ حدیثوں کو متروک العمل کر دیا اور ہزاروں کے اساتذہ کا اتفاق ثابت نہیں ہو سکتا
 ۹۔ علامہ امام صاحب کے اجتہاد کے کہ اسکی توفیق امام بخاری رحمہ اللہ کے اساتذہ اور اس
 ۱۰۔ ان کے اکابر محدثین کی گواہیوں سے ثابت ہے اور ان گواہیوں سے حنفیہ کو
 ۱۱۔ مینان کامل حاصل ہو گیا کہ ہمارے امام نے اجتہاد میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت
 ۱۲۔ لیا اور جن آیات و احادیث سے جس قدر احکام لینے کی ضرورت تھی سب فقہین
 ۱۳۔ خل کر دئے اور جن احادیث کو متروک العمل سمجھا وہ اس کے اجتہاد کا متقاضی تھا
 ۱۴۔ بکے وہ مامور تھے۔

یہ بہت اہل علم پر پختہ نہیں کہ جب کسی مسئلہ میں احادیث بکثرت وارد ہوں اور توثیق ممکن نہ ہو تو بعض احادیث کو متروک کرنے کی ضرورت ہوتی ہے فقہاء نے اس باب میں وہ طریقہ اختیار کیا جو صدیق اکبر وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اونکو دکھلایا تھا کہ مضمون پر غور کر کے اجتہاد اور قیاس سے کام لیا جائے یعنی اگر کوئی حدیث دوسری احادیث اور قیاس صحیح اور آیت کے خلاف ہو تو وہ حدیث ترک کر دی جائے اور امام بخاری وغیرہ محدثین نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جس حدیث کی اسناد میں وہ شرطین پائی جائیں جو خود نے مقرر کئے ہیں تو وہ واجب العمل ہے اور جس میں وہ نہ پائی جائیں تو وہ متروک العمل ہے۔ چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ نے حدیث مرسل کو ساقط الاعتبار کر دیا اور امام مالک اور امام ابو حنیفہ اور امام احمد رحمہم اللہ کے نزدیک مرسل بھی صحیح حدیث ہے اور کل صحابہ اور تابعین کا اجماع ہے چنانچہ دوسری صدی کے آخر تک سب علماء اسکو قابل قبول سمجھتے آئے اور کسی امام فریق سے اس بات کا انکار مردی نہیں کہ ان فی تلبیس الراوی للسیوطی رحمہ اللہ اور کشف بزدوی میں لکھا ہے کہ مرسل کے قابل قبول ہونے پر کل صحابہ کا اتفاق ہے اور وہ اس قدر کثرت سے ہیں کہ جو جمع کئے گئے ہیں وہ قویہ پیچاس جز کے ہیں اگر یہ قاعدہ ٹھہرا دیا جائے کہ مرسل قابل قبول نہیں تو اتنی چیزیں بیکار ہو جاتی ہیں حالانکہ محدثین نے منقذین اونٹھاکراونکو محفوظ رکھا۔

امام بخاری وغیرہ کو چونکہ احادیث کی تعلیل منظور تھی اسلئے مرسل پر یہ الزام لگا کر ساقط الاعتبار کر دیا کہ راوی نے جب سلسلہ اسناد میں کسی کا نام چھوڑ دیا تو یہ معلوم نہیں کیا کہ شخص متروک عدل و ضابطہ تھا یا اس اسناد کی وجہ سے حدیث ساقط الاعتبار ہو گئی فقہاء کہتے ہیں کہ جس راوی نے ارسال کیا اس کا حال دیکھنا چاہئے۔ اگر وہ عدل و ضابطہ ہے اور اہل قرون ثلثہ میں سے ہے تو اس کی حدیث مرسل قابل اعتبار ہے کیونکہ صحابہ کی مرسل کو محدثین مانتے ہیں اور اونکا منشا صرف حسن ظن ہے تو قرون ثلثہ کے نقاب جو بشر بالغین ہیں اس حسن ظن سے کہیں محروم رکھے جائیں حالانکہ صحیح حدیث ہے۔ عن ابن عمر عن ابن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ حطب بالجایۃ

ہو، قام فیما یرسل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقامی فیہ کو فقال جناب
اصحابی خبراً فقال الذین یلونہم فقال الذین یلونہم فقالوا انہم
الامام احمد فی مسندہ البتہ اس حدیث شریف کی رو سے قرون ثلاثہ کے
لے مریسل نہ مان جائیں تو اس کے لئے ایک وجہ نکل سکتی ہے کہ شیخ کذب
ہے۔

بشرین اسکو بھی مانتے ہیں اگر کوئی ثقہ کسی ایک راوی کا نام نہ بیان کرے بہم طور
سے کہ مجھے ایک ثقہ یا عدل یا ایسے شخص سے روایت پہنچی ہے جسے میں جو ہونا
نہیں سکتا ایسی روایت بھی مقبول ہے حالانکہ جس طرح مرسل میں نام چھوڑا جاتا ہے
میں بھی چھوڑ دیا گیا اور جس طرح مرسل میں متروک الاسم کی تحقیق نہیں ہو سکتی
روایت میں بھی مقبول الاسم کی تحقیق نہیں ہو سکتی اور جس طرح یہاں راوی کا ثقہ
غور ہے جس کے اعتبار پر متروک الاسم ثقہ مان لیا جائے اس طرح مرسل میں بھی
کرنے والے کی شرائط میں داخل ہے کہ وہ ثقہ متدین بلکہ قرون ثلاثہ میں ہو اور
شخص ہو کہ حسب تہذیب کا گمان نہ ہو مثلاً حسن بصری رحمہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
تو ہر شخص سمجھتا ہے کہ انہوں نے کسی صحابی کا نام کسی مصلحت سے ترک کر دیا چنانچہ
بہ الراوی میں امام سیوطی نے یونس بن عبید رحمہ کا قول نقل کیا ہے وہ کہتے
ہے حسن بصری رحمہ سے میں نے پوچھا کہ حضرت آپ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہد یا کر
الانکما آپ نے حضرت کا دانہ نہیں پایا فرمایا تم نے ایک ایسی راز کی بات پوچھی کہ اگر تمہارا
خصوصیت نہ ہوتی تو اسکی وجہ بھی نہ بتلاتا بات یہ ہے کہ تم جانتے ہو کہ ہم کس زمانہ میں
یعنی حجاز کی حکومت ہے اس وقت میں علی رضی اللہ عنہ کا نام نہیں لے سکتا اسلئے
ایتین علی رضی اللہ عنہ سے مجھے پہنچی ہیں امن میں حرث قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
م کہد یا کر یا ہونکہ غرض کہ جب ایسے مستند شخص ارسال کریں تو انکے اعتبار پر متروک الاسم
ثبت مان لینا کوئی نئی بات نہیں بلکہ بعض وجوہ سے تو مستند پر بھی مرسل کی فضیلت
ت ہو تو اسلئے کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ جو شخص ایسی بات کہہ کر

و سلم کی طرف منسوب کرے جو حضرت نے نہیں فرمایا تو وہ و وزنی ہے پھر جب ارسال
 کیے گئے ولسے متدین اور عدل ہوں تو جب تک یقینی طور پر او کو ثابت نہ ہو کہ وہ حدیث
 حضرت ہی کا ارشاد ہے کبھی اس کی روایت کرنے پر جرات نہیں کر سکتے اس سے
 ظاہر ہے کہ جس راوی کا نام و نہ جان لے کر نہیں کیا وہ اس کے نزدیک کمال درجہ کا
 ثقہ و مضابط ثابت ہو ہے گویا وہ اس کا نام ذکر نہ کر کے اس کی توفیق کا ذمہ لے رہا
 ہیں اور یہ کہ وہ ہے ہین کہ ہماری تحقیق میں وہ شخص ایسا مسلم ہو چکا ہے کہ وہ تحقیق کیا
 ضرورت نہیں بخلاف اس کے جب نام کو ذکر کر دیا تو وہ اس ذمہ داری سے
 سبکدوش ہو گئے کشف بزدوی میں جن بصری کے قول نقل کیا ہے کہ جو حدیث جاہل یا
 سے سنی ہوئی ہے یا وہ اس کو مرسل کر دیا کرتا ہوں اور اس میں لکھا ہے و عن
 الحسن مر جاعہ قال منی قلت لکھو حدیثی فلان فموجود شدہ و متی
 قتلت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمعنا من سبعین
 او اکثریہ حسن ابہی رہہ کہتے ہیں کہ جب میں مدنی ظن کرتا ہوں تو وہ حدیث
 راوی شخص سے سنی ہوئی ہوتی ہے و جب قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتا ہوں
 تو وہ ایسی راویوں سے سنی ہوئی ہوتی ہے۔ غرض کہ متدین راویوں
 کو جب تک پوسنہ طور سے ایمان نہیں ہوتا وہ ارسال نہیں کرتے اسی وجہ سے
 راویانی محدثین کی مقبول ہے جو ثقہ متدین ہوں اور قرون ثلث میں ہوں۔ بہر حال متروک
 و سمعنا مجموعہ نامہ میں فرق کرتا ترجیح بخارج ہے۔

اگر کسی راوی کے روایات میں غلطی ظاہر ہو تو محدثین جانتے ہیں کہ اس میں یہ احتمال ہوتا
 ہے کہ وہ راوی غلط ہو گیا ہو کیونکہ کوفی لفظ اس میں ایسا نہیں جس سے سلیقہ ثابت ہو پھر
 اگر سب احتمال کسی راوی کا نام فی الواقع ترک ہو گیا ہو تو اس میں وہی جہالت ماننی ہوگی
 جو اساتذہ قدسہ ازہو اس کے محدثین اس قسم کی روایت کو لے جاتے ہیں پھر فقہانے اگر
 اس کو متدین راوی کے محمولہ پر مان لیا تو کوئی نئی بات ہوگی۔
 حدیث متعن میں محدثین کہتے ہیں کہ اگر دو ہوں شخص ایک زمانہ میں ہوں تو حسن ظن سے

یہ کہا جائیگا کہ دونوں کی ملاقات ہوئی ہو گی اس وجہ سے اسکو متصل اور صحیح کہتے ہیں
 مگر امام بخاری رحمہ اللہ کا احتیاط ہے کہ جس طرح اوصاف ہو گا کہ دونوں کی ملاقات کسی طریقہ
 سے ثابت ہو جائے اور اگر ایک ملاقات یہی ثابت نہ ہو تو وہ حدیث متصل نہ سمجھی جائیگی
 امام مسلم رحمہ اللہ نے یہاں صحیح مسلم میں امام بخاری رحمہ اللہ کی اس شرط پر سخت اعتراض کیا ہے کہ
 چونکہ محدثین کو بھی حتی الامکان صحیح حدیثوں کی تقلید منظور ہے اسلئے اس شرط کی نسبت
 فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس شرط سے اتصال بخوبی ظاہر ہے۔ کیونکہ معاشرت کی قوت
 سے جب حسن ظن پر اتصال کا حکم کیا جاتا ہے تو حالات کے نسبت ثابت ہونے پر
 بطریق اولی اسکا اتصال ثابت ہوگا۔

یعنی تو حتمی شروط زیادہ لگائی جائیں اتصال اور صحت کے قرائن زیادہ ہونگے مثلاً یہ شرط
 لگادی جائے کہ ہر روایت میں حدیث اور خبر ناکی ضرورت ہے تو حدیث معنعن میں جو عدم
 ملاقات کا احتمال ہے وہ باقی ہی نہ رہتا۔ اور جس طرح دخل میں لکھا ہے کہ بخاری میں ایسی
 روایتیں ہیں کہ صحابی سے دو تابعی روایت کئے ہیں پہر تابعی سے دو تابعی اسے بطرح امام
 بخاری تک ہر استاد سے دو دو شاگردوں نے روایت کی ہے یہ اتہام اور التزام اسوجہ سے
 کیا گیا ہے کہ شہادت علی الشہادت کی شرط صادق آجائے اٹھی اگر فی الواقع بخاری میں اس شرط
 کی پابندی ہوتی تو صحیح حدیثوں کی تقلیل بخوبی ہو جاتی۔ اور صحت میں قوت بھی ہوتی مگر تریب
 الراوی میں لکھا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ التزام نہ نہیں کیا تھا۔ صاحب دخل وغیرہ کو اس
 بیان پر حرج ات اس وجہ سے ہوئی کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح حدیثوں کو کم کرنے کی غرض سے
 احتیاط کا مسلک اختیار کیا ہے اور چونکہ روایت کرنی بھی ایک قسم کی گواہی ہے کہ گویا
 راوی استاد کے بیان پر گواہی دیتا ہے کہ میں نے خود اس کی زبانی سنا ہے اسلئے اس
 بیان پر اگر ایک گواہی کی ضرورت ہے جیسے شہادت علی الشہادت میں ہوا کرتا ہے تو اس
 احتیاط کا سکا۔ یہی تھا جو صاحب دخل نے حسن ظن سے امام بخاری رحمہ اللہ کی طرف نسبت
 کیا اور اس سے بڑا ہوا حسن ظن یہاں تک ہے کہ کب مالایلیع المحل فی جہلہ
 میں ظاہر کیا ہے جس سے تریب الراوی میں نقل کیا ہے وہ یہ ہے کہ شخص نے صحیح حدیث

کی توجہ شرط اردی ہے اور صحیحین میں اسکا التزام بھی کیا ہے کہ وہی حدیث ذکر کرتے ہیں
 کہ اس شخصیت صلی اللہ علیہ وسلم سے دو صحابی یا زیادہ اس کو روایت کئے ہوں اور یہ صحابی
 سے چار تا بیس روایت کریں اور تاہم بعض سے چار شخصوں سے زیادہ راوی ہوں اس لئے
 فی الحقیقت اگرچہ شرط لگائی جاتی تو اعلیٰ درجہ کی صحت ہو جاتی اور صحیح حدیثوں کی پوری
 تفصیل ہو جاتی مگر اس کے ساتھ ہی بخاری شریف کا حجم بھی بہت کم ہو جاتا اور شاید
 بیس حدیثیں اس میں رہیں یا تین بھی نہ رہیں اس لئے تدریب الراوی میں شیخ الاسلام
 کا قول نقل کیا ہے کہ تمام بخاری میں اس شرط کی ایک حدیث بھی نہ پائی جا سکی اس لئے
 ہر چند امام بخاری رحمہ اللہ نے صحت حدیث کی شرطیں بڑا دی ہیں جن سے تفصیل صحاح منطوق
 مگر انکا یہ مقصود نہیں کہ کوئی صحیح حدیث باقی ہی نہ رہے جس کے در باطن مقنعہ کا مقصود
 ایسی ہے انہوں نے اس قسم کی شرطیں لگائیں چنانچہ ابوعلی جبائی مقنعہ کی کا قول ہے کہ
 اگر کوئی خبر ایک عمل بیان کرے تو وہ قبول نہ کی جائے جب تک دو سرے عمل کی
 خبر اس کے ساتھ نہ ملے کی جائے اور استاد ابو نصر بھی نے ابوعلی سے روایت کی ہے
 کہ جب تک چار شخص کسی حدیث کو روایت نہ کریں قبول نہ ہوگی کذا فی تدریب الراوی
 امام بخاری رحمہ اللہ اس تفصیل صحاح سے مقصود بھی ہے کہ جب کسی مسئلہ میں کئی حدیثیں موجود
 ہوں تو جو صحت میں بڑی ہو وہ اس پر عمل کیا جائے۔
 تدریب الراوی میں ابن العزبی کا قول شرح موطا سے نقل کیا ہے کہ شیخین کا مذہب یہ ہے
 کہ جب تک کسی حدیث کو دو راوی روایت نہ کریں وہ ثابت نہیں اور کچھ مذہب باطل ہے
 بلکہ روایت الواحدین (تو واحد صحیح ہے) اور ذکر کیا انہوں نے شرح بخاری میں اعتراض کیا
 تھا کہ حدیث اعمال صرف عمر رضی اللہ عنہ سے وارد ہے حالانکہ امام بخاری نے
 شرط لگائی ہے کہ اس کی دو راویوں سے روایت ہونی چاہئے پھر خلاف شرط یہ روایت
 انہوں نے بخاری شریف میں کیوں داخل کی۔ اس پر ابن حبان نے اپنی صحیح کے
 انما میں لکھا کہ ابن القطیب وغیرہ نے جواد عالمیہ سے کہ شیخین نے جو شرط لگائی ہے
 وہ شرط خود مستحیل ہو چکی ہے کس نے ابن العزبی سے کہہ دیا کہ شیخین نے وہ شرط لگائی ہے

اگر تصدیق کہیں معنی تو پیش کی جاتی اور اگر استقرہ ہے تو باطل ہے۔ اور ان کو حدیث اعمال ہی سمجھنے کے لئے کافی تھی جو بخاری کی پہلی حدیث ہے جس کو صرف عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے پھر ان سے علقمہ نے اور ان سے صرف محمد ابن ابراہیم نے اور ان سے فقہ کبھی بن سعید نے روایت کی ہے اور کبھی بن سعید کے بعد اسکے راوی بہت ہو گئے ہیں الحاصل گویا بخاری رحمہ نے صحت حدیث کی شرطین بڑی مٹا دیں مگر عام طور پر جو مشہور ہے کہ ہر روایت کا دو راویوں سے مروی ہونا بھی انہوں نے شرط کیا ہے وہ غلط بلکہ مستحیل الوجود ہے جیسا کہ ابن حبان رحمہ کے قول سے معلوم ہوا۔ امام بخاری رحمہ نے شرط کے بارہ میں ایسا تشدد نہیں کیا جیسا کہ معتزلہ نے کیا ہے کہ جب تک چار شخصوں سے روایت نہ ہو سچے قابل قبول نہیں دیکھئے جب دو راویوں سے ہر روایت کا ہر طبقہ میں مروی ہونا مستحیل ہے تو چار راویوں سے ہر ایک روایت کا مروی ہونا کیونکر ممکن ہوگا۔ ہر جب ایسی روایتیں ملتے ہیں جنہیں تو احادیث کو ماقاطا اعتبار کر دینے کا موقع معتزلہ کو مل گیا اور ازادانہ قمران میں رائے لگانے لگے اور عیسائی چاہتا ویلین کر کے اپنا مطلب نکالا دین کو درجہ و برتہ کرنے والے جتنے خود غرض نکلتے جاتے ہیں سب کا بھی طریقہ ہے چنانچہ وہ صاف کہتے ہیں کہ بخاری بھی قابل اعتبار نہیں اس لئے کہ وہ بھی اخبار احاد سمجھ رہی ہوئی ہے اس کی حدیثیں متواتر نہیں جو قابل اعتبار ہوں۔

یہ بات قابل توجہ ہے کہ نبی صلی اللہ وسلم کی نبوت کا زمانہ قیامت تک ہے اور حق تعالیٰ کا خطاب مانتا کہ الوصول لحدودہ فقط صحابہ ہی کو نہ تھا بلکہ تمام امت جس طرح قیمو والصلوۃ کی خطاب ہے اس طرح اس خطاب کی بھی مخاطب ہے ہر جب صحیح حدیثوں کے پہنچنے کا راستہ ہی بند ہو جائے تو حضرت کے عطا کئے ہوئے فوائد دارین کے لینے کی کیا صورت اور جہتہ دین وغیرہ کو اس آیت شریفہ پر عمل کرنے کا کیا طریقہ۔ اس سے ظاہر ہے کہ خدا عزوجل کو ہرگز منظور نہیں کہ ایسی شرط لگائے جائیں جن سے امت کو صحیح حدیثوں کے پہنچنے کا راستہ ہی بند ہو جائے یہ بات ظاہر ہے کہ جس کو اپنے نبی کی قدر اور ان کے ساتھ محبت ہو اور اس کو ہر خواہش ضرور ہو کہ اس کے احوال احوال اور عادات

وغیرہ کو صحیح طور پر معلوم کرے کیونکہ آدمی کی فطرتی بات ہے کہ اپنے مقتدر اور محسن کے
 احسانات کو تلاش کرنا ہے دیکھئے جان نثار رہ گیا کو اپنے محسن بادشاہ کے عنایت اور
 احکام وغیرہ معلوم کرنے کا مقدر رشوق ہوتا ہے کہ بعرف از خطہ من امونین شرح ہے جسے ابن
 عربیہ بات قابل تسلیم ہے جو یہ مقتضائے فطرت ہوتی ہے اس کی تکمیل کے بعد
 بھی فطرتی سوتے میں اسنے فطرتی طریقہ سے صحیح حدیثوں کو پہنچتا بھی ضرورت تھا سو بقصد اعلیٰ
 وہ موجود ہیں جسکا انکا نہیں ہو سکتا ویکہ بتجسس شخص کی فطرت میں داخل ہے کہ جب اپنے
 مقتدر علیہ برک سے کوئی خبر نہ پاتا ہے تو اسکا یقین آجاتا ہے اسی وجہ سے صحابہ اور تابعین
 و سلا لہوعان غنائے اپنے بہت سے ذاتی کام چھوڑ کر تبلیغ انبیاء میں کوششیں کیں تاکہ آئندہ
 آنے والی انسانوں کو شکایت کا موقع نہ ملے کہ ہمارے اسلاف نے ہمکو ہمارے نبی
 صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال و اقوال کے نام سے محروم رکھا۔ اگر ان کو یکسر معلوم ہوتا کہ آسمان
 ایسی غریبوں کے لئے والی ہیں جن سے ہماری سب محنت کا ارتقا ہو جائیگی تو ضرور اس سے
 وہ پچھتائی کرتے۔ یا پھر کرتے کہ وہ چار چار محدث مل کر حدیثیں پہنچاتے پھرتے
 تاکہ محنت تمام ہو۔ انھوں نے صرف مقتضائے فطرت ہی کو پورا نہیں کیا بلکہ جسے کریم
 صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی بھی پوری تعمیل کی جو حضرت نے فرمایا ہے۔ فلیبلغ
 الشاهد الغائب یعنی ہر ایک حاضر شخص جو کچھ سنے اور دیکھے تو غائب شخص کو پہنچا دے
 تاکہ وہ سمجھے اور یاد رکھے اور عمل کرے اور دوسروں کو پہنچا دے۔ اب دیکھئے کہ اگر ایک
 آدمی کی دوست قابل اعتبار شخص کو صحبت کبھی نہ فرمائے کہ یہ شخص ستم و سب کے کو پہنچا دے
 اور اس وقت کبھی فرمائے کہ جب وہ سب کے کو پہنچا دے گا تو وہ چار چار شخص کو پہنچا دے گا
 میں کیا کریں سیکر کی مشق میں ان شخص فلیبلغ الشاهد الغائب کے کچھ معنی پہنچا دے یا پھر خیال کر لیا
 کہ اس ارشاد سے مراد یہ ہو سکتی ہے۔ بخاری میں ہے جو دو اور وغیرہ میں یہ حدیث موجود
 ہے کہ قبہ میں ایک شخص کی نمازیت ملے جس کی طرف پڑھتا ہے سب ایک شخص نے اس کو
 خبر دی کہ قبہ میں ایک طرف متوجہ ہونے کا حکم نازل ہو گیا ہے کچھ سنتے ہی میں نے اپنے
 البس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ دیکھئے ایک شخص کی خبر پر کس قدر توجہ ہو گیا کہ میں نے نماز میں اس کو

صلی اللہ علیہ وسلم کے احادیث میں جن میں تہوڑی جھوٹ بھی کوئی شامل کر دے تو وہ مستحق دوزخ ہو جاتا ہے۔

یہ بات مشابہ ہے کہ جب کوئی ہندو بقال راستبازی کے ساتھ مشہور ہو جاتا ہے تو تمام ہندو مسلمان اس کے قول کا اعتبار کرتے ہیں اور اس کی منہ بولی قیمت دینے میں کچھ تامل نہیں کرتے اور جو چیز اس سے خریدتے ہیں اس وقت ایک اطمینان کی کیفیت اپنے دل میں پالتے ہیں کہ اس میں کوئی دھوکا فریب نہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ راست بازوں کی خبر کی تصدیق کر لینا انسان کی فطرت میں داخل ہے اور خود ہر شخص کی طبیعت اس کے صدق پر گواہی دیتی ہے۔

الحاصل جب صدق کے پورے پورے قرائن راوی میں موجود ہوں تو اس کی خبر فطرۃ عقلاً شرعاً ہر طرح سے صحیح اور قابل قبول ہے پھر ایسی خبر کی محنت میں توقف کرنا امن تمام قرائن کو سیکھا اور فطرت و عقل کو بسے اعتبار کر دینا ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ فقہاء جن شرائط سے حدیث مرسل وغیرہ کو صحیح سمجھتے ہیں وہ صحیح ہیں۔ اب رہا یہ کہ مزید احتیاط کے لئے شرط لگائے جاتے ہیں جن سے احتمالات بعید بھی ماقط ہو جائیں تو یہ غور طلب ہے۔ مسئلہ کہ جب راوی شہین اور عمل بان لیا گیا تو اس کا اعتبار خود اس بات پر مجبور کرتا ہے کہ اس کی مقنع حدیث بھی ایمان میں جائے اور اس میں بھی احتمال کہ باوجود معاشرت کے شاید ملاقات نہ ہوئی ہو ماضی بلا حیل ہے ایسے احتمالات کا اندازہ شرائط سے بغیر ہو سکتا لیونکہ ایک ملاقات ثابت بھی ہو جائے تو یہی وہی احتمال لگا ہوا ہے جو ایک ملاقات ثابت ہونے سے پھلے تھا اس لئے کہ جب اس کی خبر کی تصدیق محتاج شرط موی تو معلوم ہوا کہ اس کا تین وغیرہ کافی نہیں سمجھا گیا حالانکہ مفروض وہی مقنع اور مرسل ہے جس کا راوی متصف باوصف و شرط عدالت ہو۔ غرض کہ ایسے مستند راویوں کی تصدیق کو امور خارجہ کے محتاج بنانا امن کے عمل و تدبیر مفروضہ کو بسے اعتبار وغیرہ مفروض بنا دینا ہے اسی وجہ سے فقہائے شیخ حدیث میں صرف یہ شرط لگائی کہ اس کے راوی کا عمل و فہم وغیرہ ضروری صفات دیکھ لیجائیں اور جب عقلاً و شرعاً اس کی بات قابل تسلیم ہو تو امور خارجہ کے دیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں البتہ کچھ کہہ سکتے ہیں کہ کچھ شرط

بھی پائے جائیں تو نور علی نور ہے چونکہ فقہاء کو عقل و اجتہاد سے بہت سے کام لینے تھے جو
 معانی لغویہ اور قرآنی وغیرہ سے متعلق ہیں اس لئے انہوں نے صحت حدیث کیلئے
 جو امور ضروری تھے انہی پر انکشاف کے ہمہ تن اجتہاد کی طرف متوجہ ہوئے اور غیر
 واجتہاد سے کوئی تعلق نہ تھا جیسا کہ ہمیشہ وغیرہم کے حالات سے معلوم ہوا اس لئے
 صرف اسنادوں کی طرف متوجہ رہے اور کچھ عادی بات ہے کہ آدمی کو جس چیز کی طرف
 وجہ تام ہوتی ہے اس سے متعلق اس کو ایسی باتیں سوجھتی ہیں جو دوسروں کو نہیں
 سوجھتیں یہ وہ نزاکتیں اور ضرورت سے زیادہ امور اس کے خیال میں ایسے قدرتی
 علوم ہونے لگتے ہیں جیسے دوسروں کو نظروریات۔ چونکہ محدثین کا کام تحقیق اسناد
 و درجہ بھراؤ نکوا و سی کا مشغلہ رہتا ہے اس لئے انہوں نے روایتوں میں ضرورت سے
 زیادہ امور کی پابندی کی اور ایسی روایتوں کا انتخاب کیا جنکی اسنادوں میں اتفاقی طور پر
 علی درجہ کے رواۃ اور محسنات تھے اور باقی کو متروک کر دیا گو ادوں کے راوی اصل و ضابطہ
 ہوں اگر ممکن ہوتا تو امام بخاری رحمہ ابن العربی وغیرہ کے خیالی شہرہوں والی حدیثوں کو
 ضرور جمع کر دیتے جس سے بڑا فائدہ دیکھ ہوتا کہ مقتدر کو بھی ادوں روایتوں میں کلام کرنے
 کا تجاویز نہ ملتی۔ مگر دراصل وہ کام ہی بے ضرورت اور فضول تھا مقصود حاصل ہونے
 لئے فقہانے جس قدر شرطیں لگائی ہیں کافی ہیں۔ باوجودیکہ امام بخاری نے اس انتخاب
 میں بہت کچھ پابندیان کیں مگر بہت سارے امور میں ادوں کو بھی انخاص کی ضرورت ہوئی
 جس کہ جس قدر ضرورت سے زیادہ شرطیں کسی حدیث میں پائی جائیں گی اس سے زیادہ
 سن آجائے گا مگر کچھ نہیں کہہ سکتے کہ نفس صحت حدیث ادوں سے متعلق ہے۔
 سی وجہ سے امام شافعی رحمہ فرماتے ہیں کہ روای میں پر علم حدیث میں سے زیادہ
 صحیح کتب نہیں حالانکہ اس میں مہربل اور منقطع اور بلا اسناد حدیثیں بھی ہوتی ہیں جنہیں
 غنی ہوتا ہے جیسا کہ مقدمہ فتح الباری میں شیخ الاسلام ابن حجر رحمہ نے لکھا ہے۔
 وینا عن الشافعی سألنی ما أعلم فی الادب من حدیث صحیح
 ثم صواباً من کتاب ما نکت قال ومنهم من سألوا بغیر هذا

اصح من نالوطا۔ ایضا فیہما نقد استثنیٰ بعض الاحکام اطلاق صحیحۃ النجاء
 علی کتاب مالک مع اشتہار کما فی اشتراط الصحۃ ولبیانہ فی التجرید و
 التثبت وکون البخاری اکثر وحادیثا لا یدل منہ افضلیۃ العیۃ والجواب
 عن ذلک ان ذلک محمول علی اصل اشتراط الصحۃ فمالک لا یرى الانقطاع
 الاسناد فادحاً فلذلک خرج الوسائل والمنقطعات والبلغات فی اصل
 کتابہ ثم اس سے ظاہر ہے کہ نفس صحت مرسل اور منقطع میں بھی یہ وجہ ہے اور یہ
 کہ سکتے موطا میں مثلاً آدمی یا عین یا وصحت ہے اور بخاری میں کتاب کیوں کہ صحت متعین نہ
 بلکہ نفس صحت میں دونوں برابر ہیں البتہ بخاری شریف میں اسوندیہ کا یہی التزام کیا گیا
 اقبیل محضات میں اگر اس میں بھی لازم نہیں آتا کہ تعارض کے وقت و حدیث جبر
 شریک محمد بنون راجح ہو اور دوسری صحیح حدیث متروک ہو جائے دیکھئے فی جہت
 کی پوری اسناد میں حدیث ناہیہ اور سماع پر قطع و لالت کرتی ہے باوجود اس کے تعارض
 وقت صحیح متعین علی شرط البخاری متروک نہ ہوگی بلکہ دوسری اسباب توفیق وغیرہ دیکھ
 جائیگے محدثین کی اسانید کی طرف توجہ اور ان کے عنادات کی جانب اشتغال اس
 لحاظ سے کہ امام بخاری نے الجاہل المکملہ فی الاخبار السلسلہ میں ایک سو ایک حدیث
 اجماع کی ہیں جنکی اسنادوں میں عجیب عجیب التزام ہیں مثلاً بعض اسنادوں میں اول
 آخر تک حرف عین کا التزام ہے جیسے عبد الرحمن بن عوف بن جابر بن عبد الرحمن بن عوف
 انون کا التزام ہے مثلاً عبد الرحمن بن ابی نعفل النضر بن عبد الرحمن بن عبد الرحمن بن عبد الرحمن
 اور بعضوں میں حرف شایعین اور بعضوں میں حرف ثانیین اور بعض اسنادوں میں حرف
 سے آخر تک ایسے لوگوں کے نام ہیں جنکی خبریں نہ تھیں نہ ہو سکتی ہیں نہ ہر ایک نے اسکی
 کی۔ ہر چند یہ امور ضرورت سے نہ آئیں مگر ان سے توجہ غلطی سے نہ ہو سکتی ہے
 قوت حافظہ کا اعنی درجہ کا ثبوت نہ ہے کہ جس نے اسنادوں میں سے توجہ کی ایک قسم کو
 کا ذخیرہ و اہم کر دیا۔

پھر اسے زمانہ میں بھی فاضل ابن ابی شیبہ مولوی محمد حسن انصاری نے جو صاحب جہت ہیں

بدلتی کہتے ہیں ایک کتاب حدیث میں لکھی اور اس میں دہ حدیثیں جمع کیں جنکی اسنادوں میں اہل بیت میں سے کوئی ایک مذکور ہوں۔ اور سب تالیف اسکا یہ لکھا کہ شیخ کا اعتراض ہے کہ اہل سنت و جماعت کو علوم اہل بیت نہیں پہونچے اس پر مجھے غیرت آئی اور یہ کتاب ہنسی شروع کی۔ اس کتاب سے مقصود مولوی صاحب کا صرف یہ بات معلوم کر دینا ہے کہ ان حضرات کی روایتیں ہماری کتابوں میں بھی موجود ہیں۔ اس سے شیخ کو الزام دینا مقصود میں کہ انہوں نے ان حدیثوں کے مطابق عمل نہیں کیا اور اعتقاد نہیں رکھا کیونکہ وہ تو ان کتابوں کو اور ان روایتوں کو صحیح اور قابل اعتبار سمجھتے ہی نہیں۔ اور نہ مولوی صاحب کا یہ مقصود ہے کہ اہل حدیث اور روایتوں پر عمل کریں کیونکہ وہ تو سوائے بخاری کے کسی کتاب کو ماننے ہی نہیں پھر فردوس دہلی اور آغانی وغیرہ کی روایتوں کا جو اس میں مذکور بن اور ان پر کیا اثر ہوگا اور نہ یہ مقصود ہے کہ مقلدین اور ان پر عمل کریں اس لئے کہ مقلدین کو مل کا مارا ان کے امام کے اقوال پر ہے جسکا وظیفہ تحقیق و تنقید عادیث ہے اگر وہ حدیث پر عمل کرتے تو مقلد کیوں کہلاتے عامل بالحدیث اور امام بخاری رحمہ کے مقلد ہوتے جن کو مقلد فی الحدیث ہونے پر مخدثرین کا اجماع ہو گیا ہے۔ پھر جس طرح مذہب اربعہ مدون ہوئے ان اہل بیت رضی اللہ عنہم کا مذہب مدون ہوا ہی نہیں اور نہ جس طرح حنفی شافعی مالکی حنبلی کرہ و سائل بتی ہی کہیں ہوتے حالانکہ اس لقب کا ایک شخص بھی سن نہیں گیا البتہ شیخ اپنے آپ کو ان بیت کی طرف منسوب کرتے ہیں مگر ان کے عقائد سے ظاہر ہے کہ اہل بیت کے طریقہ وہ نہیں ہیں بلکہ خود اہل بیت کی تصریحات سے ان کا مخالف ہونا ثابت ہے اب رہی روایات کہ جو روایتیں اہل بیت سے مروی ہیں کیا ان حضرات کا مذہب انھی کے مطابق ہے وچھ سو دہ ضرور نہیں اس لئے کہ یہ روایات مسلم ہے کہ کسی حدیث کو روایت کر دینے سے یہ نہیں سمجھا جاتا کہ راضی کا مذہب بھی وہی ہے دیکھ لیجئے صحاح ستہ میں اکثر متعارض روایات جو دونوں جماعتوں کے ہیں کہ وہ سب مذہب نہیں اس لئے کہ لفظ اذا متعارضا قیاماً و کلاماً و فہم ساقط الا اعتبار ہونے یا کسی ایک کو ترجیح ہوگی اس طرح کسی حدیث کو روایت کرنے سے وہ اہل بیت کا مذہب ثابت نہیں ہو سکتا اسکی تصدیق یا انسانیوں ہو سکتی ہے کہ اگرچہ

ہی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب جیسا کہ میں نے اور حضرت خواجہ خواجگان خواجہ عین الدین رحمۃ اللہ علیہ
 رس اللہ صرہ الغیر وغیرہ اکثر حضرات ہی خفی القلوب سے بھی پر حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ
 سلسلہ جنتیہ کے اکابر شیوخ سے میں نے ان کا حال بھی دیکھا ہے کہ کس طرح امام صاحب کے
 تقدیم تھے اسی طرح تذکرہ میں۔ یہ ثابت ہے کہ کوئی غیر تقدیم نہیں کرے کہ جس کے بابر اور مقتدا
 ابوبکر بن ابی حنیفہ کے مقتدا ہوں اگر اہل طریقت کو اہل بیت کی تقلید ضروری
 ہے تو یہ حضرات سوائے اہل بیت کے کسی کی تقلید نہ کرتے۔

یہاں اللہ کا کسی مذہب کی تقلید کرنا ایسا تھا جیسے ہم تقلید کرتے ہیں بلکہ ان کو مشاہدہ و
 ربات ثابت ہو جاتی تھی کہ یہ ہمیں ہی ہوتا ہے اللہ ہم سے نہیں دیکھتا اور انبیاء کے مرتبہ پر
 ہر آدمی کا مرتبہ ہے اور ان کو ہمیشہ اللہ ہی ہوتی رہتی ہے اور کل مذاہب اربعہ حق
 ہیں چنانچہ امام المحققین شیخ ابوالکرم محمد بن ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فتوحات مکیہ کے
 سوا سونویں باب میں لکھا ہے فقلت لہ ذی الہین میں نے ابوعبد الرحمن لا اعتد
 فی المقام اسما امین بہ فقال لی ہذا یسمی مقام الغریبۃ فحقق یہ تحقیقت بہ
 ثابہ مقام عظیم لعلاء الرسول من اهل الاجتہاد فہ قد مر انہ لہم لا یعرفون
 فیہ ورایت الاصل الاذی فیہ برای الیہم من ہذا المقام وھذا انکر بعضہم
 بعض کما انہ کل نبی تقدیم ہذا الزمان الخیر و شریعتہ و منہاج والایمان
 ملک کلمہ واجب علی کل مومن و ان لم یلزم من احکامہ الاما الزمان فا
 ہذا و ہذا جمیعہ انہم یعترفون فیہ و فیہ فی الوسئل فی الشیخ ابوعبد الرحمن تقوم فیہم
 امر الوحی الاذی ہذا و اختارہ الامام صاحب کرامتہ لا اختلاف لہ لا حکام الا انہم
 یزعمون فیہ و لکن فیہ اختلاف و غیرتوں کے ایک سو پچیسویں باب میں لکھتے
 ہا و انما انقطع منہا سنی النبی والرسول و کذا لک والی صلی اللہ علیہ وسلم
 ہر رسول بعدی و لا نبی ثم ابقی منہا للبشریۃ و انہ منہا حکم اعلیٰ
 تمہدین و انزال عنہم الا انہم و ابقی حکم و امر من لا علم لہ بالحق و
 لہی ان یسال اهل الذکر فیفسدوہا ادا کا الیہ اجتہادہم و ان اختلافہم

کما اختلف الشرائع لكل جعلنا منكم شرعة ومنهاجا وكذلك لكل
 مجتهد جعل له شرع من دليله ومنهاجا وهو عين دليله في اثبات
 الحكم ويجزى مر عليه العدل عند رقر والشرع الالهى ذات كماله
 فخرهم الشافعى عين ما احل الحنفى واجازوا الوحيفة عين ما متقوا احمد بن
 حنبل فاجاز هذا ما لم يجز هذا واتفقوا في الشياء واختلفوا في الاشياء
 والكل في هذه الامة شرع مقبول لنا من عند الله مع علمنا ان مراتبهم
 دون مراتبة الوسل الموحى اليهم من عند الله - اور باب ثامن وثمانون بين
 كسبه بين وحكم الاجتهاد في الاصول والفروع واحد والحق في الفروع حيث
 قرره الشرع وقد قرره حكم المجتهد بين ولا يقره الا ما هو حق فكله حق - اور اربع
 بين مجتهدى بى كان من علم ما لك ابن النس ودينه ودر عارانه اذا سئل
 عن مسئله في دين الله يقول انزلت فان قيل له نعم افق وان قيل له لا تنزل له
 الحاصل اهل كشف كى ان تصير حجات سے ثابت ہے کہ مرضى الهى بى ہے کہ شيرعت
 من ايمه اربع كى تقليد كى جائے - اور چارون مذہب برگزیدہ با رگا و رب الغفره بن اور
 سب حدیث میں اسى وجہ سے اجتہاد میں من جانب السداون کو مدد پہونچتی رہتی تھی - یہی تھو
 اہل کشف کے مشاہد سے ثابت ہوا کہ اہل میت کی تقلید شيرعت میں مطلوب نہیں اب اسکا
 کو بھی دیکھئے کہ بحضرت على بن عبد العزيز وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ میرے بعد اہل میت کا مذہب
 اختیار کرو کہ حکیم ارشاد ہوتا قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اصحابی کا النجوم بادیم
 اقتدا یتھم اختلاف یتب کذا فی مشکوٰۃ یعنی میرے صحابہ سب مثل ستاروں کے ہیں
 تجھ جس کی پیروی کر و گے راہ پاؤ گے - اور نیز ارشاد ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 انی لا ادرى ما بعدی فی امۃ کما انترا و ابنا اللہ بن من بعدی ابی بکر وعمر
 اور اب انہ میں کتنی مشکوٰۃ یعنی فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نہیں جانتا کہ کس قدر
 میرا تحفہ ہو رہا ہو گا پس تم کو پسند ہے کہ میرے بعد کون اور کون رضی اللہ عنہما کی اقتدا کرو اور
 نیز ارشاد ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من یتش منکم بعدی فیرى

اختلاف کا کیا اثر اعلیٰ ہے۔ بسنتی و سنتہ الخلفاء الراشدین المہدین قہس علیہم
 علیہا وعضوا علیہا بالنواجذ سدا لا احمد ابوداؤد و الترمذی وابن ماجہ
 کذا فی مشکوٰۃ یعنی فرمایا حضرت نے جو تم میں سے میرے بعد زندہ رہیں گے اختلاف کا کثیر ہوگا
 سو تم کو چاہئے کہ میری سنت اور خلفاء راشدین کے طریقہ کو لازم پکڑو اور ہرگز نہ چھوڑو اور
 نیز ارشاد ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شتہ
 شد فی الناس واد ابن ماجہ کذا فی مشکوٰۃ یعنی فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
 کہ جماعت کثیرہ کی اتباع کرو اور اس سے جو غلطی ہو وہ دوزخی ہے انتھے انھی روایات
 اور ارشادات کی وجہ سے محدثین نے خلفاء راشدین اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے
 جو روایتیں مروی ہیں جمع کئے۔ اور جس طرح صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ نے
 طریقہ بتلادیا مجتہدین نے اور ان میں اجتہاد کئے اور کروڑ ہا مسلمانوں نے جن میں
 لاکھوں علماء ہیں اور ان کی تقلید کی اور سواد اعظم بن گیا جس کے اتباع کا
 حکم نبوی ہے۔

اب ویکھئے کہ مولانا محمد وح کو نہ اولیاء اللہ کے اور کثرت کا انکار ہے نہ اپنے پیروں کے
 حنفی المذہب ہونے کا انکار ہے نہ ان احادیث کا انکار ہے یہ کچھ نہ کر کہا جائے کہ ان تمام
 اقراری امور کے بعد ان کی بھڑائی ہے کہ سب چھوڑ کر فقہ اہل بیت کی تقلید کی جائے
 یا جو وہ اس کے اگر کوئی شخص مولانا کے منشا کے خلاف اپنے جھل سے یہ سمجھ لے کہ
 فقہ اکبر اہل بیت کا مذہب ہے اور وہی واجب الاتباع ہے تو اس کی غلط فہمی ہے اور
 سے مولانا کو کوئی تعلق نہیں۔

یہ بات واضح ہے کہ اگر کسی کو بھی شوق ہو کہ اہل بیت کے مذہب سے کسی کو کوئی تعلق ہو
 اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے شان میں جہاد کرے اور سب سے پہلے اہل بیت کے
 باا دہا۔ ان علوم سے بھر دیا ہو تو کچھ خواہش بھی حنفی مذہب کی تو یہ مذہب ہی ہے
 اس لئے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فریقین شریفہ رکھتے تھے اور آپ کے
 علوم جیسے کو فریقین شریفہ تھے دوسری جگہ تھے اور امام صاحب بھی کوئی مذہب نہیں

سے حضرت کے علوم آپ کو پہنچ گئے ہیں کیونکہ جب امام صاحب کے چار ہزار استاد تھے
 تو ان میں سے ہر استاد کو فہم ہو گئے۔ پھر امام صاحب کا شوق تحصیل علم نواہی دیتا ہے کہ
 جب تک کل امارت کو فہم کے آپنے حاصل نہ کر لیا ہو گا باہر نہ نکلے ہوں گے۔ باہر کے
 علم تحصیل علم کے لئے بار بار کو فہم کو اتے تھے جیسا کہ امام بخاری فرماتے ہیں
 الشام ورمہ اور جزیرہ اور بصرہ کو توین دود و چار بار بار گیا مگر کو فہم اور فہم کو اتے بار گیا کہ
 ایس کا شام نہیں کر سکتا کما فی مقدمہ النعم قال البخاری دخلت الى الشام ومصر
 ولجزيرة هاتين والى البصرة أربع مرات واقمت بالحجاز سنة اعوام
 ولا احصى اعدو دخلت الى الصوفه وبعد ادمع المحدثين جب کو فہم لیا
 دار العلم تھا تو بھیہ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ امام صاحب ایسے پیش کیا ذخیرہ کو گھر میں حاصل کر کے
 باہر گئے ہوں بلکہ عقل اس بات پر گواہی دیتی ہے کہ جس قدر اور دن کو فہم سفر انہما
 کے بعد وہ ان کی حدیثیں ہی ہوں گی امام صاحب کو گھر بیٹھے ادن کے اعتقاد
 مضاعف حاصل ہوئی ہوں گی اور چونکہ امام صاحب کو ابن بیت اور علی کریم اللہ وجہ سے
 کمال درجہ کی محبت تھی یہاں تک اسی محبت کی وجہ سے اہل حدیث آپ کے مخالف ہو گئے
 میں چنانچہ امام صاحب فرماتے ہیں کہ اہل حدیث ہم سے بغض اس وجہ سے بھی رکھتے
 ہیں کہ ہم ان پر سوائے عقلی نعتیہ و سلم سے محبت رکھتے ہیں اور علی کریم اللہ وجہ کی
 نفوذ ثبات کہہ سکتے ہیں اور وہ ثابت نہیں کیے۔ علی و علی میں سحر ستانی رحم نے
 اس سبب آپ کے قید ہونے کا کھانا ہے کہ آپ کو اہل بیت کے ساتھ نہایت محبت اور علاقت
 تھی جب یہ خبر منسوخ ہوئی تو اس نے آپ کو دائم مجلس کر دیا چنانچہ قید میں آپ کا
 انتقال ہو رہا کہ اس کا منصب کہ امام صاحب کے مقابلہ میں اہل بیت کی محبت کا
 وغیرہ کہہ سکتے ہیں اس محبت میں ایسی جانب نہ آ کر دی اور مقصودے طبیعت ہے کہ
 جس کے ساتھ محبت ہو اس سے اس کی ہر بات اچھی معلوم ہوتی ہے اس وجہ سے ہم
 یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ یہ خبر غلط ہے اور علی کریم اللہ وجہ کی روایتیں اس کا
 اس میں موجود ہیں امام صاحب نے غلط کر کے ادن کو حاصل کر لیا تھا۔ غرض کہ

میر حسن ثنیں بالکل واقع کے مطابق اور موکد بالقرائن اور موید بالمقل ہے کہ حضرت علی کریم اللہ
 وجہ کے علوم امام مہاجب کے اجتہاد میں پیش نظر تھا اور ظاہر ہے کہ چشمہ علوم اہل بیت
 رضی اللہ عنہم حضرت علی کریم اللہ وجہ میں اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ تقریباً کل علوم اہل بیت
 کے امام مہاجب کی فقہ میں شامل ہیں۔ یہ مزید برآں دو سال آپ کا امام جعفر صادق رضی اللہ
 عنہ کی خدمت میں رہنا جو لولہ اللتان اہلک النعمان سے معلوم ہوتا ہے اس بات کو بتاتا
 ہے کہ رہے تھے علوم اہل بیت کی تکمیل بھی آپ سے اس مدت میں کر لی۔ خبریں کہچہ
 کو کمال افتخار کا موقع ہے کہ علاوہ جمیع احادیث و قرآن کے علوم اہل بیت کے ساتھ بھی
 ان کے فقہ کو خصوصیت ہے اور ان کے فقہ میں فقہ اہل بیت بھی شامل ہے۔
 الحاصل محمد بن بشیر غلمی کی وجہ سے اسنادوں سے متعلق اقسام کے نفس اور التزام
 کیا کرتے ہیں۔ واسطیج امام بخاری رحمہ اللہ نے بخاری شریف میں ایک ایسا التزام بھی کیا جو
 اس سے مستند ہونا مشکل تھا اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ آپ کا زاد و غیر معمولی حافظہ اس پر
 قوی تھا کہ آپ اسناد میں آپ کی پیش نظر تھیں جس میں ایک لاکھ صحیح اسنادیں تھیں
 جنکی صحیحہ کا خود ان کو اعتراف ہے اور قاعدہ کی بات ہے کہ جب کوئی چیز کثرت سے
 ہوتی ہے اور کوئی اہم اور ضروری کام درپیش نہیں ہوتا تو مقتضائے طبیعت ہے کہ
 اس میں سے اعلیٰ درجہ کی اشیا کو آدمی منتخب کرتا ہے دیکھئے لکھنؤ شاہی جواہر خانے
 میں اس چند اکثر خواہر پیش بجا ہوتے ہیں گارہ بھی ان میں سے ایسے جواہر منتخب کئے جاتے
 ہیں جو لاجواب ہوں واسطیج امام بخاری رحمہ اللہ نے ان لاکھ صحیح منتخب حدیثوں سے پھر
 انتخاب کر کے چند بیستین ممتاز کردین جنکو لاجواب کہنا چاہئے اور یہ کام ان سے
 زیادہ قوت میں آیا جو دو سو قوت تک کسی سے ہو سکتا تھا اس پر جعفر امام بخاری صاحب کو
 تشدد و زور ہو جو کہ مقتضائے سرور و نشاط و فکر و خیال ہے یا ہو کہ بس صحیح حدیثیں جو
 قوی ہیں اور راستہ سے جتنی حدیثیں ہیں ان کے مقابلہ میں کوئی قابل اعتبار نہیں اور ان میں
 حدیثوں کو ساقطاً اعتدلاً کر دیا جسکی محنت ائمہ بلکہ خود ان کے اسامہ کے نزدیک بلکہ خود ان کے
 نزدیک مسلم ہو چکی تھی اور اس وجدانی حالت کا ان پر اس قدر اثر ہوا کہ کل احادیث صحیحہ کو

ترک کر کے انھی چند حدیثوں پر اجتہاد کا مدار رکھا اور اس کا خیال نہ کیا کہ پھر اسے تمام مجتہدین اور اہل حق کے اسناد و کے خلاف ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے جو منتخب شدہ حدیثوں میں دوبار انتخاب کیا مجتہدین سابق کو اس انتخاب کا ضرورت تھی اس لئے کہ انہوں نے اسنادوں کی تحقیق کر کے صرف اہل صحیح حدیثوں کو روک دیا تھا جس سے احکام متعلق ہیں پھر اہل احادیث کے مضامین میں غور و فکر کر لیا اور انہوں نے مسند بنیہ کا استنباط کرنا کوئی ایسا کام نہیں کہ اس سے فرصت مل سکے اور اہل صحیح کے اسناد و معاملات پسندیدہ میں موازنہ کرنے کی نوبت آئے کیونکہ انہوں نے یہ

مان لیا تھا کہ اہل حق راویوں کے ذریعہ سے جو حدیث پہنچ گئی ہے اس کا انکار ہو نہیں سکتا اس لئے اہل صحیح حدیثوں کو پیش نظر رکھا کہ اجتہاد کیا اور جس طرح صدیق اکبر وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اجتہاد کا طریقہ بتلایا تھا اس کو عمل میں لایا اور تمام احادیث صحیحہ اور کرامتہ ازانیہ سے مدد لیکر استنباط احکام کیا اور اجتہاد کے وقت کسی صحیح حدیث کو نظر انداز نہیں کیا اور جو طریقہ امام بخاری رحمہ اللہ نے احادیث صحیحہ کو ساقط الاعتبار کرنے کا رکھا اس کا اختیار بھی نہیں کیا اور نہ اس کے خیال کرنے کی اہل حق ضرورت تھی اب بتائے کہ جو لوگ تمام احادیث صحیحہ کو قابل استدلال سمجھتے ہیں۔ وہ معاملہ بالحدیث ہونگے یا وہ لوگ جو لا کہوں حدیثوں کو ترک کر کے چند حدیثوں کو قابل استدلال سمجھتے ہیں۔

ترجمہ: یہ بات معلوم ہوئی کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے واجب العمل حدیث چھپانے کا طریقہ اختیار کیا جس سے اہل حق ضرورتاً یہ سمجھیں گے کہ وہ حدیث واجب العمل تھی ہی جائے جس میں بعض کے ساتھ کہ بعض جبکہ مطلب یہ ہے کہ سب صحیح حدیثوں کو ترک کر کے احادیث صحیحہ پر اجتہاد کر لیں۔ اس سے عاقلانہ حدیث صادق آئے۔ اور فقہاء کا یہ طریقہ سب سے زیادہ درست ہے۔ اور حدیثوں کے تحت منہم عنہم اہل حق سے استنباط احکام کیا جائے۔ اس سے اہل حق کو ضرورت نہیں کہ کسی کی ضرورت نہیں بلکہ کل صحیح حدیثوں سے اجتہاد کر لیں۔ اور اگرچہ اس سے یہ نتیجہ نکلے کہ واجب العمل ہے اب ان دونوں

جو تیرے کی ہے کہ البتہ یہ موقع استدلال کو خوب جانتے ہیں اور اس کا مطلب اس سے ظاہر ہے کہ کوئی آیت اور کوئی حدیث سے کون کون سی مسائل نکلتے ہیں اور کون کون سے تھے۔ اور جو موقع استدلال اور وہاں کے حاشیہ خیال میں نہیں وہ امام صاحب کے پیش نظر تھے۔ یہ روایت اور پر لکھی جا چکی ہے کہ اعمش رحم سے چند مسائل کسی مجلس میں پوچھے گئے آپ نے انہیں امام صاحب سے اور ان کا جواب دینے کو کہا اپنے جواب دیا۔ اعمش نے ان کی دلیل طلب کی۔ امام صاحب نے وہی احادیث پیش کر دی جو اعمش رحم سے انہیں پہنچی تھیں۔ اب وہ حیران ہیں کہ کچھ مسائل اور احادیث سے کیونکر نکل سکتے ہیں آخر امام صاحب نے موقع استدلال اور طریقہ استخراج بیان کیا جس کو مسترد وہ کمال سہرت سے کھاتے تھے! امام صاحب نے انہیں الطوائف العطارین اب غور کیجئے کیا یہ مضامین عالیہ استاد و تلمیذ کو نہ کرنے اور سخت شرطیں لگانے سے حاصل ہو سکتے ہیں یا شارع کی مراد پر مطلع ہونے کا اور اس سے کوئی ترمیم مل سکتا ہے ہرگز نہیں۔

عقد الحیدر بن حزم رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے فلم یجع اللہ تعالیٰ الورد عند التنازع الى احد دون القمیان والسنة وحریم بذلك الورد عند التنازع الى قول قائل لانا غلب القمیان والسنة یعنی تنازع کے وقت سوائے قرآن و حدیث کے کسی کے قول کی طرف رجوع کرنا درست نہیں ہے انتہی بیان شاید کچھ خیال کیا گیا ہے کہ مقلدین امام کے ذاتی قول کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ مگر کچھ خیال درست نہیں اس لئے کہ ہم مقلدین امام کا جرم اعتقاد ہے نہ امام صاحب نے اجتہاد کر کے کتاب و سنت سے مطالبہ فرمایا ہے جس پر صمد اکابر محدثین نے گواہی دی ہے جنکو ہم جوہر شریف نہیں سمجھ سکتے۔ محدثین کے قول کو خدا و رسول کے قول کا حاصل سمجھنا اور اسی جرم پر اوردنا صحیح نہیں ہے جیسا کہ مشتبہ ہو تو جس جہت پر قبلا ہو نہ کا حرم ہو اسی طرف توجہ نہ ہو۔ یہ تو خلاف واقع ہو۔ غرض کہ حقیقت تقلید پر غور کر کے اسے اس قدر سمجھ جائے کہ ہرگز نہیں ہو سکتے ہیں جن سے عوام کو دھوکا ہوتا ہے اور علماء کو غش بھی نہیں ہوتا۔

عقیدہ الہیدین لکھا ہے کہ ابن حزم فرماتے ہیں اس میں تشریف ہے یہ بخیر استدلال کیا ہے
 قولہ تعالیٰ فان تنازعتم فی شئی فی امر وہ الی اللہ ورسولہ ان کنتم
 تو منون بادلہ والیود والاحزاب یعنی اگر کسی بات میں تم میں جھگڑا ہو تو اس کو خدا و
 رسول کی طرف رجوع کرو اگر تم کو خدا پر اور وہ فیما بینکم ہو۔ مگر یہ استدلال صحیح نہیں
 اس لئے کہ اس میں تشریف نہیں دیا کہ جھگڑا ہو گا تو کہہ دیجئے۔ اس میں تنازع کا بیان نہیں جو
 مسائل فقہیہ میں ہوتا ہے کیونکہ غیبتہ جو فتوے دیئے گئے ہیں اس پر قرآن و حدیث سے
 استدلال کر لیا ہے اگر اس کا فیصلہ بھی قرآن و حدیث ہی پر رکھا جائے تو دور لازم آئے گا۔
 کسی ایک مسئلہ میں جب آیات و احادیث باہم متعارض ہوں تو ممکن نہیں کہ ان کا فیصلہ
 دوسری آیات و احادیث سے ہو سکے کیونکہ وہ آیات و احادیث بھی اسی تنازع میں
 شریک ہونگے۔ دراصل یہاں تنازع کرنے والی احادیث داوۃ میں جو مجتہدین کی طرف
 سے پیش ہوتے ہیں ان کے فیصلہ کا طریقہ ابو داؤد رحمہ اللہ نے صحیح میں یہ لکھا ہے
 اذا تنازع الخیران عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فظن الی ما علی بہ اصحابہ
 میں نے لکھا ہے اگر وہ دو حدیثوں میں تنازع ہو تو غرض اصحاب کی طرف دیکھ لیا جائے کہ
 مجتہدین نے صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انہوں نے اس بات میں کیا عمل کیا ہے اس
 دیکھئے کہ بموجب اس روایت کے احادیث کا فیصلہ صحابہ کے عمل پر لگایا جائے گا
 وہ غیر قرآن و حدیث ہے کیونکہ سنت ہے۔ اس پر ابن حزم رحمہ اللہ کے قول میں نبی صلی اللہ
 وسلم ہے یہ سب قولہ تعالیٰ فی امر وہ الی اللہ ورسولہ اس پر ابو حزم رحمہ اللہ
 کا قول مان لیا جائے تو ابو حزم رحمہ اللہ نے یہ فرمایا ہے کہ ان میں سے جو حدیث
 ممکن ہو گا کہ وہ تواتر سے روایت ہوئے ہوں اور ان میں سے جو حدیث
 اور صحیح ہے اس پر لگایا جائے گا۔ ابو حزم رحمہ اللہ نے یہ فرمایا ہے کہ ان میں سے جو حدیث
 میں سے لکھا گیا ہے اس پر لگایا جائے گا۔ ابو حزم رحمہ اللہ نے یہ فرمایا ہے کہ ان میں سے جو حدیث
 میں سے لکھا گیا ہے اس پر لگایا جائے گا۔ ابو حزم رحمہ اللہ نے یہ فرمایا ہے کہ ان میں سے جو حدیث

نہ کسی کتاب سے یہ بات ثابت ہو سکتی نہ حدیث اسلامی اسکو گوارہ کر سکتی ہے مگر ایک طرف
انسانیت سے جو ہر قسم کی تباہی پر آمادہ کرتی ہے۔ اسی طرح ائمہ دین کے مقلدوں کو
کافر بنانے کا سبب بھی وہی غصہ اور جھالت ہے۔

اوسے میں بھی کچھ کہا ہے کہ اس آئینہ شریف میں حق تعالیٰ نے غیر مقلدوں کی سچائی
ہے قولا تعالیٰ افش عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اولئک
الذین ھد اللہ واللہ وادانت ھد اولئک الالباب لینے تم خوشی سناؤ میرے
بندوں کو جو سنتے ہیں بات اور پہر ملتے ہیں اوس میں سے اچھی بات پر وہی ہیں چکر واہ
دی اللہ نے اور وہی ہیں عقل واسے۔

معلوم نہیں غیر مقلد اس میں کیوں شریک ہو گئے حالانکہ اوس سے تو مقلدوں کی
تقریف ثابت ہوتی ہے اسلئے کہ وہ بموجب ارشاد الہی باتیں تو سب کی سنتے ہیں مگر اتنے
میں اوس کی جس کی بات کو اچھی سمجھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ قرآن و حدیث کے
مطابق اگر ہے تو اپنے ہی امام کی بات ہے اور اوس کی پیروی کریں۔

یہاں شاید یہ شبہ کیا جائیگا کہ حق تعالیٰ نے صرف اچھی بات کی اتباع کو فرمایا ہے اور مقلد
جسکو اپنی دانست میں اچھی سمجھتے ہیں اوس کی اتباع کرتے ہیں۔ اسکا جواب یہ ہے
کہ جب باتیں باطن ناق اچھی ہیں مثلاً نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ اور ان کو ہر امام کے مقلد مانتے ہیں
اب بھی وہ باتیں جنکا ذکر قرآن و حدیث میں نہیں یا مختلف حدیثیں اور ان میں وہ دین
سوزان ہیں اچھی بات جو وہ ائمہ فریقین ہند اور مولیٰ بنو نعیر اجتہاد کے مسائل میں ہو سکتی
ہو سکو وہی جہان سے گناہوں اور جہان کا جہنم ہو۔ اور چونکہ یہ باتیں اپنے امام کو قرآن و حدیث
طریق میں اعلیٰ درجہ کا نہیں سمجھتا ہے اس لئے اس سے ملنے والے اچھی بات کا وہی اتباع
ہو گا اور غیر مقلد کو چونکہ اچھی دے گا کوئی تعلیم نہیں ملے گی۔ دیکھو اچھی بات کا مقلد کرنا
دشوار ہے۔ اس صورت میں کیونکر جانے کہ قیامیوں احسنہ غیر مقلدوں
اپنی قوم سے صاف قاتل ہے۔

عقد الحیدرین ابن حزمہ کا یہ کہ تہلیل بھی نقص کیا ہے کہ کل صحابہ اور تابعین اور

اتباعین کا اجماع کہ کسی ایک معین شخص کی تقلید حرام ہے اس لئے اگر کسی نے ابو حنیفہ یا شافعی وغیرہ کی تقلید کل اقوال میں کی تو اس نے غیر سبیل المومنین اختیار کیا انھوں نے بالمد من ذلک مطلب یہ کہ غیر سبیل المومنین کی اتباع کرنے والا حجب آیہ شریفہ قطعاً اور نہی ہے۔

ابھیچھو کہنا چاہئے کہ آیا صحابہ یا تابعین نے یہ قصہ تصریح کی ہے کہ اگر کوئی شخص اچھی
بائیں قرآن و حدیث کے مطابق بھی کہتا ہو تو اسکی اگر دس بیس باتیں مانی بھی جائیں تو
وہ چار باتوں میں خواہ مخواہ مخالفت کی جائے اور کچھ کھا جائے کہ اسکی وہ اچھی باتیں
بھی ہوں تو ہم نہ مانتے کہ کیونکہ کسی کی سب باتیں ماننا درست نہیں مگر وہ اچھی ہی کیوں نہ ہوں
ہمیں تو اس قصہ کی تصریح یا دھخیں اگر کوئی صاحب اس تصریح سے کیسا قول پیش فرمائے
تو اس کے ماننے میں ہمیں کلام نہیں۔ اب ہم دعوی کرتے ہیں کہ یہ ممکن نہیں کہ
حرمیت تعلیقہ شخصی پر جماعتی اجماع ثابت ہو سکے۔ البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ کسی صحابی
یا تابعی کی تعلیقہ شخصی ثابت نہیں مگر کسی فعل کے نکرانے سے اگر اس فعل کی حرمت
پر اجماع ثابت ہو کرے تو توحیدی و شریائیوں کا سامنا ہوگا ویکھئے حدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ
کی خلافت تک قرآن جمع نہیں کیا گیا پر کیا یہ کہہ سکتے ہیں کہ جو کام نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے کیا نہ اس وقت تک صحابہ نے کیا نہ اس لئے اسکی حرمت پر اجماع ہو گیا تھا اور

صدق اگر ہم نے نفوذِ ادا میں بابِ یمن غیر میل المومنین اختیار کیا۔ اس طرح تقریباً ایک
دوسری تہائی حدیث کی کوئی تہائی حصہ باقی باوجود اسکے یہ نہیں کہہ سکتے کہ نہ تو ان
کے لیے راجح ہو گا کہ جن اور حدیثیں ان کے لیے لکھ کر عاواذ میں تلبیہ حرام ہو گئے۔ اسکے
بالجانب ان کے لیے اس سے زیادہ قویٰ وجہ ہے کہ ان کے لیے راجح ہو گا کہ جن اور حدیثیں ان کے
بالجانب ان کے لیے اس سے زیادہ قویٰ وجہ ہے کہ ان کے لیے راجح ہو گا کہ جن اور حدیثیں ان کے

وہ اس لیے کہ اس کا بار کا کوبہ یا اس کے برابر ہو جائے۔

پڑھ رہا تھا میں نے اسکو پکار کر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا اور اس واقعہ کی
 خبر دی حضرت نے اسکی اور میری قراوت منکر فرمایا تم دونوں محسن ہو لینے اچھا
 پڑھتے ہو اور اس کے بعد فرمایا کہ اختلاف مت کھا کر و تم سے پہلے جو امتیں تھیں وہ
 اختلاف کرنے ہی کی وجہ سے ہلاک ہوئیں۔ دیکھتے قرات اسکے اختلاف کی وجہ سے
 ادن کو تحمل نہ ہو سکا اور اس شخص کو پکار کر حضرت کے پاس پہلے گئے۔ اور بخاری و مسلم
 میں ہے کہ عمرؓ نے ہشام بن حکیم کو دیکھا کہ اپنی قراوت کے خلاف پڑھ رہے ہیں
 فوراً اونکے گلے میں چادر ڈال کچھتے ہوئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے
 عرض کیا اختلاف سے خلاف ضرور پیدا ہوتا ہے خواہ منشا اس کا نفسانیت ہو یا
 لہیت اسوجہ سے انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ادن کی اصلاح فرمادی کہ
 ایسے خفیف امور میں اگر اختلاف ہو تو مخالفت کی نوبت نہ آنے پائے
 اسی طرح ہر ایک موقع میں مخالفت باہمی کی خرابیاں اور وعید اور اتحاد و موافقت کے
 منافع اور تفصیلات بیان فرمایا کئے اور آیات بھی اس باب میں نازل ہوئیں۔ چونکہ
 صحابہ نے خدا و رسول کے ارشادات کے مقابلہ میں اپنے انحصارے طبعی کو
 کان لہم کیے اور نفسانیت کو بالکل ترک کر دیا تھا اس لئے جرنی مسائل میں اختلاف
 ہونے سے مخالفت نہیں ہوتی تھی۔ یہ شخص جس سے چاہتا مسئلہ پوچھ لیتا اور
 اس کے مطابق عمل کرتا اور مختلف فتووں سے جو اختلاف پیدا ہوتا تھا اس سے
 مخالفت کی نوبت نہیں آتی تھی۔ اور وہی اثر و اثرات نہ تھے تابعین میں بھی تھا پر چون کہ
 زمانہ زور ہوا گیا مقتضیات طبع سے پیدا ہوئے اور رفتہ رفتہ یہ مخالفت ہوئی جو فی زمانہ
 مشاہد ہے کہ دیکھتے کو وہ علم کے بل بوتے پر عمل کی حالت مخالفت ہے اور چھوٹے
 چھوٹے مسائل میں ایسا اختلاف پیدا ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ مخالفت کی نوبت پہنچ جاتی
 ہے۔ اسکی ابتداء وہی زمانہ سے ہوئی تھی۔ یہ خبر غایب ہے جب دیکھا کہ مذاہب باطلہ
 کا شیعہ اور اختلاف و مخالفت پانچویں اور آخری زمانہ سے اس لئے قہر کی تدویر کی طرف
 متوجہ ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ یہاں تک کہ اختلاف باہمی جاتا رہا اور تمام مقصد

ہم مشرب ہو گئے جس سے اتحاد باہمی جو مقصود خدا اور سواں ہے قائم ہوا۔ دیکھ لیجئے
 کہ وژ اسلامان ہیں کہ فقہ کے متفق علیہ مسائل پر برابر عمل کرتے ہیں اور اختلاف کی
 نسبت ہی نہیں آتی اور جن مسائل میں امام کا قول مصرح نہیں علماء کے فتویٰ کیسی
 کیسی مخالفتیں ہوتی ہیں۔ عرض کیا ہم مشرب لی اتفاق پیدا کرنے کا ایک قومی ذریعہ ہے
 یہ مذہب حنفیہ کے بعد دوسرے مذاہب حقہ کی جب بنیاد قائم ہوئی تو اس کے
 ساتھ ساتھ مخالفت کی بھی بنیاد پڑی۔ چنانچہ تاریخ و اخوان بیتہ امریہ شہیدہ
 نہیں کہ اہل مذاہب اربعہ میں کسی کسی مخالفتیں اور ہنگامے برپا ہوئے مگر خدا کا فضل
 یہ ہوا کہ صرف چار ہی مذہبوں میں اختلافات منحصر ہو گیا اور علمائے فیصلہ کر دیا کہ اب
 پانچواں مذہب ضرورت سے زاد ہے۔ اس فیصلہ کا پڑ در اثرتہ ہوا کہ یہی چار مذہب
 بالاجماع حق سمجھے گئے اور ہر ایک آزادانہ بلا تفرض اپنے مذہب پر عمل کرنے کا مجاز
 قرار دیا گیا جس سے باہمی مخالفت بہت کم بلکہ منہدم ہو گئی۔ اور ہر مذہب کا مقلد
 یہ سمجھنے لگا کہ دوسرے مذہب والے کا عمل گناہ ہے غل کے مخالف ہو کر اوسکا
 فرض منصبی رہی ہے ہر چند مسائل جہنمہ عین اہل مذاہب اربعہ ہم مشرب نہیں ہیں
 مگر وہ ان ایک نئی قسم کی ہم مشرب بنی فاکر ہو گئی کہ نفس تقلید میں سب ہم مشرب ہیں اور
 جو مقلد نہوا سکوا جنبی اور مخالف سمجھتے ہیں یا سب سے متافعی المذہب برابر امین
 بالجہر کہتے ہیں اور کوئی تفرض نہیں کہتا اور غیر مقلد دن کا آئین بالجہر ایک ہنگامہ
 برپا کر دیتا ہے۔

پھر نے جو کہنا کہ مذاہب حقہ بھی پانچ مذہب ہیں سو یہ صرف تہاری رائے نہیں
 بلکہ تاریخ و اخوان بیتہ امریہ شہیدہ کے عقیدہ الجہد میں اسی پر فیصلہ کیا ہے
 ہر مذہب کے اپنے اپنے مسائل و احکام ہیں اور ان کے خلاف مخالفت ہے
 کے ان مسائل و احکام کے خلاف مخالفت ہے اور ان کے خلاف مخالفت ہے
 کا اعظم یعنی تمام مذاہب حقہ کے آگے اب ادن میں سے بھی چار مذہب
 باقی ہیں جنہیں اتباع سواد اعظم کی اتباع ہے اور ادن سے خارج ہونا سواد اعظم

اپنی جانشینی کے لئے اعلیٰ درجہ کے اہل اہل کو تصور فرمایا یہ روایت اور مذکور بدلتی کہ عذر
 علی رضی اللہ عنہما کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ مرد عورت کو طلاق کا اختیار دے۔ یہ اگر
 باوجودیکہ علی کرہ اس وجہ کا اجتہاد و عمر رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کے خلاف تھا علی کرہ اس
 وجہ نے اپنے اجتہاد پر فتویٰ نہیں دیا اور عمر رضی اللہ عنہ کی تقلید کرتے رہے۔
 اسی وجہ سے کہ اختلاف بائیں شریعت و فساد ہے۔ دیکھئے کہ ایسے دو جلیل القدر صحابیوں
 نے صرف نساؤ کے خیال سے تقلید کو تحقیق پر ترجیح دی اب اصلاح پسند عزم
 تقلید مذہب کر کے مخالفت باجمعی جو مانع ترقی و سوسمی ہے بلکہ تنزل اور ادب کو رو
 افزوں ترقی دے رہا ہے۔ اس کو اٹھانے اور قوم کی اصلاح کرنے میں کیا تاثر
 ہے صحیح حدیث ہے کہ اصحابی کا لیجھوم بایہما اقتدیتمہما افتدیتہم یعنی
 صحابہ مثل ستاروں کے ہیں اور میں سے جس کی اقتداء کی جائے باعث بہایت
 ہے جب ایسا قوی و متاثر نہ رہا۔ اس لئے کہ اگر بالفرض تقلید سے استغناء
 پیش بھی ہو جائے تو یہ جو اب ہو سکتا ہے کہ جس طرح صحابہ سے دفع مخالفت کی غرض
 سے تقلید کو بھیجیم۔ بلکہ ہم اس کی بدولت مستحق اجر جزیل میں کہیں گے کہ یہ صحیح حدیث
 ہمیں پہنچی تھی۔ عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 الاخیر کم یا فضل میں درجۃ الصیام والصدقة والصلوۃ قدامی قال
 اصلاح ذات البین ویمسک ذات البین فی الخلق واولی الود والود والود
 وقال ہذا احسن بیئت کما یجمع کما یفہم فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ اس اصلاح
 ذات البین سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے کہ اس کو دین سے کرنا اور جو میں بد و زور سے نہ کرنا
 نہایت بہتر ہے۔ اور اس سے کہ جس کی تعمیر خود حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی
 ہے۔ اور اس سے کہ وہ دین کو تیار کر دیتا ہے۔ ولانا ثناء۔ ان اس حدیث
 سے ظہور ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اور اس سے کہ اس حدیث سے ظہور ہے کہ اس حدیث سے
 ظہور ہے کہ اس حدیث سے ظہور ہے۔ اور اس سے کہ اس حدیث سے ظہور ہے کہ اس حدیث سے
 ظہور ہے کہ اس حدیث سے ظہور ہے۔ اور اس سے کہ اس حدیث سے ظہور ہے کہ اس حدیث سے

١٠٠
 ١٠١
 ١٠٢
 ١٠٣
 ١٠٤
 ١٠٥
 ١٠٦
 ١٠٧
 ١٠٨
 ١٠٩
 ١١٠
 ١١١
 ١١٢
 ١١٣
 ١١٤
 ١١٥
 ١١٦
 ١١٧
 ١١٨
 ١١٩
 ١٢٠
 ١٢١
 ١٢٢
 ١٢٣
 ١٢٤
 ١٢٥
 ١٢٦
 ١٢٧
 ١٢٨
 ١٢٩
 ١٣٠
 ١٣١
 ١٣٢
 ١٣٣
 ١٣٤
 ١٣٥
 ١٣٦
 ١٣٧
 ١٣٨
 ١٣٩
 ١٤٠
 ١٤١
 ١٤٢
 ١٤٣
 ١٤٤
 ١٤٥
 ١٤٦
 ١٤٧
 ١٤٨
 ١٤٩
 ١٥٠
 ١٥١
 ١٥٢
 ١٥٣
 ١٥٤
 ١٥٥
 ١٥٦
 ١٥٧
 ١٥٨
 ١٥٩
 ١٦٠
 ١٦١
 ١٦٢
 ١٦٣
 ١٦٤
 ١٦٥
 ١٦٦
 ١٦٧
 ١٦٨
 ١٦٩
 ١٧٠
 ١٧١
 ١٧٢
 ١٧٣
 ١٧٤
 ١٧٥
 ١٧٦
 ١٧٧
 ١٧٨
 ١٧٩
 ١٨٠
 ١٨١
 ١٨٢
 ١٨٣
 ١٨٤
 ١٨٥
 ١٨٦
 ١٨٧
 ١٨٨
 ١٨٩
 ١٩٠
 ١٩١
 ١٩٢
 ١٩٣
 ١٩٤
 ١٩٥
 ١٩٦
 ١٩٧
 ١٩٨
 ١٩٩
 ٢٠٠

Handwritten text block in the upper section of the page, consisting of approximately 10 lines of script.

Handwritten text block in the middle section of the page, consisting of approximately 3 lines of script.

Handwritten text block in the lower section of the page, consisting of approximately 10 lines of script.

اور کما خطبہ کرتے ہیں اور تم اگر کچھ نہیں کہتے امام صاحب نے کہا اور ان کا قصور نہیں میری نے
 اور ان کا کیا کیسی ہے کہ یہ سب سے میری نے کسی سے کہہ کر نہیں لے اس سے کہ وہ اور بہت سے
 واقعات لکھے ہیں کہ ان کے انفرادہ اور شہادت سے امام صاحب نے جن سے ظاہر ہے کہ
 طلبہ استاذوں کی طرف سے ماحول پر واکر کے تھے ورنہ جن کے متبادل میں ان کا شیخ سرور جہاں
 تھے طلبہ کی حیثیت ہی کیا کہ اور ان سے نفرت رکھ کر سکھیں۔ اور ان کے تامل سے یہ بیہات معلوم
 ہو سکتی ہے کہ حسد الیسی بری بلا ہے کہ آدمی کو اندر دیتی ہے جس سے کمال نقصان کی
 صورت میں نظر آنے لگتا ہے یا یوں کہنے کہ حسد اور ان کو اندر نہائی کی فکر میں ہوتا ہے کہ
 کمال کو نقصان کی صورت میں مشاہدہ کر اے یہ حال بھی الیسی بلا ہے کہ اس سے پناہ مانگنے
 کی ضرورت ہے جیسا کہ آیہ شریفہ صوفی حاسدا اذا حسدا سے مستفاد ہے
 مولانا شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ صاحب قدس سرہ نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جو شخص جو
 آسمان زمین میں جو پہلے گناہ ہو احسد ہی تھا و ان ابلیس اپنے آدم علیہ السلام پر حسد کیا تھا بھلا
 قابیل نے ہابیل پر حسد کیا پھر امام صاحب پر اگر حسد کیا گیا تو کوئی بات نہیں بلکہ اس وجہ سے کہ
 اہل کمال کا محسوس ہونا ایک لازمی امر ہے جیسا کہ کہا گیا۔

وان ارداد لی حسدا من حسد احسد ان انفصیلہ لا یستغنی عن الحسد
 اس وجہ سے امام صاحب کا محسوس ہونا ضروری تھا چنانچہ امام بخاری اور پر بھی محدثین نے
 حسد کیا تھا جیسا کہ تاج الدین سبکی نے طبقات شافعیہ میں لکھا ہے جس کا حاصل یہ ہے
 کہ امام بخاری اور جب منشا پور گئے اور اس وجہ سے کہ بیشتر سے آپ کی شہرت بلا واسطہ میں
 بھی طالبین حدیث جو حق آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور عمر راجح بھی دہلی میں کا
 تفسیر ان تواتر ہونے سے ان کی بدنامی کی یہ تدبیر نکالی کہ تعلق القرآن کا مسطور چھڑ دیا جائے اس وجہ
 سے کہ نہ خفیہ قرآن اور نہ نامین متہم بالشارع تھا جس پر امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ سے امام
 چکے۔ تفسیر اور تفسیر میں اور اس میں نہایت اعتدال کرتے تھے کہ قرآن کے خلاف نہ ہوئے
 یہاں بھی ہنر۔۔۔۔۔ ایک روز جب غلبہ اور علما سے مجلس بالانان بھی ایک شخص کے
 ہو گیا اور پوچھا حضرت اس مسئلہ میں آپ کیا فرماتے ہیں کہ قرآن کا لفظ جو کہا جاتا ہے۔۔۔۔۔

سے ان غیر مخلوق آپ سے کچھ بامیسا نہ دیا اس سے بھڑو بارہ پوچھا پھر اعراس کیا
جب تک سر سے دار پھر اتو قرآن کا قرآن ادا کیا گاہ کا گاہ ہے اور غیر مخلوق سے ہے اور جب
سکے جتنے افعال ہیں سب مخلوق ہیں اور امتحان بدعت ہے جسے شیعیان جنس میں نہ دے
یوگا یا از سب چلے گئے اور اوپر نہ لے لے اعلان دیا کہ جو شخص بخاری کے پاس آجائے
وہ ہمارے ساتھ رہاں نہ آئے کیونکہ جو شخص قرآن کو مخلوق کہے وہ لوگافر سے ہے اور جو پیغمبر ہے
لنا علیہ السلام انکو تو سب سے وہ بدعتی سب سے اور بدعتی کی صحبت میں نہیں اور اس سے بدعتی بات
نہاں دست نہیں اور کوہا کہ مالک سے لہذا نے ہمیں نکلا ہے کہ بخاری یا مالک یا قرآن ہے کہ
بابہ یزید کا کہ جسے ہمیں اور کوہا کہ ہم سے اس سے شیخ کی انگریز مانتے نہیں چاہتے
کہ کوئی اور کی صحبت میں نہ جائے۔ ہر چیز یا ہم بخاری سے لے کر مالک میں سب دون کی حرکات
اسے استکسا یا بند کرنا بدعت کو مخلوق کہتا ہے اور قرآن جو پڑھا جاتا ہے یا سب یا سب یا سب یا سب
اور دونوں میں جو غلطی سے اس کو مخلوق کہتے ہیں کہ مالک کی سب سے نہ مانا اور وہی سب سے
جو ان کی رہ کر یہ کہنے کو بھی نہیں آتی آجی نہ سمجھے نہ کہ یہ الفاظ ہیں فیہم ارجع سے نہیں
نہیں ہی اتنا اسکی سے کہ جس میں امام بخاری نے نہ لیا۔ اور وہ کہہ اس پر کہا ہے
امام شیخ ابو حامد علی بن ابی اسحاق نے کہا کہ اس کا نقل کیا ہے کہ ہر ایک روئے امام احمد بن
سے بخاری بیشیہ سے کہ جس میں کہہ بازید آئے امام حورم اور اس کے پیشہ کش سے
سے کہ جس سے انکو تو شیعہ ہی پر امام اپنے اپنے فرزندوں اور شاگردوں سے
کہ انکو اس کے یہاں نماز اور زون سے یہ نہیں کہہ لے۔ ابوالفتح کہتے ہیں کہ وہی اپنے فرزندوں کے
نہیں بازید کہہ لے۔ جس کا کہہ لے ابوالمشرع فی حدیث میں اسے
ابو یوسف کہہ لے نام بخاری سے زونہ دار و شیا پور سے سے تھے مگر جبہ روز کی کسا بازار کی حرک
نہیں لے۔ سب سے یہاں ملکہ ریزگر پر کہیں ہلکا کر لیا۔ امام صاحب نو زون سے کے مقیم تھے
ان سے وہ سب سے جب علم کے کو فرمایا شیعہ کے لے کسا بازار کی ہدیہ کی تو اسکا اور
اس سے رائے وہاں اور کسی کی کہیں تہیہ بن امام صاحب کی بدنامی کے لے سے پہنچی گئی ہو
فرقہ رائے یہ سب سے۔ پسہ دران سے سے علی الحدیث قدس سرہ صلا مقیم

۱۔ اس ذات آسپاد آتش بر کعبہ بن کر کچھ مرنے اور دن آپ کی حیات میں ہم پر بھی ہے جسے
 آپ کے بعد محمد علی والد علیہ وسلم کو جو وہاں سے چلا گیا۔ امام باقرؑ پر پایہ لگے۔ اور
 امام صاحبؑ بھی رہے۔ وہ بھی لگے۔ اور عرش بن کر آسپاد آسپاد میں لکھ کر پوچھا کہ میں اور ان کا
 پیو ایسا ارشاد ہے۔ ایک کچھ کہہ دو۔ وہ یہ کہ ایک عورت کو بایا عورت امام صاحبؑ کے کہا
 عورت کیا ہے کہ کشتا ہے اور مرد کا کتا بایا عورت کی حصہ دے کہ حصہ کا نام نہ ہے
 عورت کی۔ الزمین قیاس سے مسئلہ بنانا تو اس سے کہ نہ لاف میں حکم نہ کہ عورت کا حصہ
 دونا چاہئے۔ دومہ اس مسئلہ نماز افضل ہے یا روزہ فرمایا نماز۔ کہا اگر میں قیاس سے حکم
 دیتا تو مسجد حکم میرا کہ علقہ نماز کی تھا اگرچہ روزہ کی تھا اگرچہ تیسرا مسئلہ ہے کہ
 بیش آبسان یا دوشس ہے یا تین فرمایا بیش آب۔ کہا اگر میں قیاس سے جوابی کرتا تو بیش آب کہ
 مرد چاہئے یا زیادہ۔ اس کے بعد از عرش بن کر پوچھا کہ کوئی حکم خلاف حدیث
 دن ہے یا نہ ہے۔ امام باقرؑ فرمایا۔ بیش ماء۔ اس کا ذکر نہ ہے۔ یا تین یا بیش آب یا نہ ہے۔ دیا
 اتھے۔ اس سے ظاہر ہے کہ امام باقرؑ عام شہرہ کی وجہ سے امام صاحبؑ پر
 بدظن تھے مگر تحقیق کی۔ اسے صدقائی کہی اور مال و جہ کا اخلاص ظاہر فرمایا۔

یہ کہ روایت اوپر مذکور ہے کہ انک بن میان سے کہ میں کہ حسن بن حماد ابو عقیقہ کی نشان دہی
 بدگوئی کیا کرتے تھے۔ ایک بار کبھی سفلی تحقیق کے لئے امیر کو فہم فرمایا۔ کہ میں عیادت کو
 کہ طلب کیا مناظرہ کے بعد سب کا اتفاق ہوا۔ حنفیہ کے جو یہاں پہنچے وہاں آسپاد آسپاد
 پہنچے کہ وہاں تو ابو عقیقہ نے تانی کر کے کہا کہ اس مسئلہ میں ہم سب نے فیہ
 وہی ہے جو حسن بن حماد کہتے ہیں۔ چنانچہ وہی کہہ مارا۔ اور اس نے ہوا میں ہنسی کی۔ اور وہاں
 کو نہایت مدح کرتے اور کراہتے تھے۔ کہ اگر ابو عقیقہ بائیس تیرے تو ہر روز ہوتا
 اور باوجودیکہ وہ مجلس مناظرہ کی تھی۔ مگر انہوں نے اپنے الزام اپنے لئے نہیں لیا۔ اور
 امام صاحبؑ نے انہوں کو روک دیا۔ کہ یہ جو کہ وہ فرمایا میں نے یہ نہیں لیا۔ یہ
 عرش کہ امام صاحبؑ سے تقویٰ کو دیکھ کر انہوں نے مخالفت پہنچے۔ کہ
 عیادت بھی اوپر مذکور ہے کہ کہ ابتدا میں حسن بن صالح امام صاحبؑ کے ساتھ تھے۔ اور

یہاں تک کہ اوں کی توبہ نہ کرنے والے کی عمارتیں اقتدار ہندیاں کرتے تھے۔ پھر یہی
نوبت پہنچی کہ مسایل فقہ حنفی کی نجات تہمیں کیا کرتے۔

الذہیرت الحسان میں لکھا۔ جس کے ادراعی ہم نے عبد اللہ بن مبارک سے پوچھا کہ وہ کون
برعتی ہے جو کو فہمین نکالے ہے جس کی نسبت ابو حنیفہ ہے ابن مبارک ہے تہمیں میں نے
اس وقت تو خاموش ہو گیا مگر اوس کے بعد چند مشکل مسایل پیش کر کے کہا کہ یہ نجان میں
ثابت کے افادہ میں کہ ہوا وہ کون ہے۔ میں نے پوچھا کہ انرا قیاس میں ایک شیعہ ہیں جن کو
میں نے ملاقات کی ہے۔ فرمایا وہ شیخ فہمین میں اوں کو کے پاس جاؤ اور اوں سے
علم حاصل کرو۔ میں نے کہا یہ وہی ابو حنیفہ ہیں جن کے پلنے سے آپ نے منع
فرمایا ہے۔ ابن مبارک ہم سے کہتے ہیں اوس کے بعد ادراعی اور ابو حنیفہ ہم کی ملاقات

مکہ معظمہ میں ہوئی اور اوں مسایل کا ذکر آیا امام صاحب نے جس تہمیں لکھا تھا بیان میں
اوس سے زیادہ توضیح کی۔ بعد فرماست ادراعی ہم نے کہا مجھے آپ کی کثرت علم
اور وفور عقل پر حیرت آتا ہے۔ اور میں جہاں سے بد گمان تھا وہ سخت غلطی تھی جو لوگوں
کو کہنے سے نہیں نشین ہو گئی تھی۔ میں نے کہتا ہوں کہ جو لوگوں نے شہور کر کہا
ہے وہ اوس کے بالکل خلاف ہیں۔ اب میں خدا سے تعالیٰ سے مغفرت چاہتا ہوں
کہ یہ بدگمانی معاف فرماوے۔ انتہی

دیکھئے ایسے جلیل القدر محدث کو مخالفوں نے امام صاحب سے بظن کر دیا تھا مگر بالمشافہ
اوس کا تہذیب ہو گیا کہ جسے الزام لگا ہے جلسہ میں سب سے پہلے عرض میں اسیوجہ
اوس سے توبہ کر۔ لکنی اوں کو ضرور ستا ہوئی۔

ازاتصال میں ابراہیم بن اشدت رحمہ اللہ قائل اعلیٰ کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے قیاس میں
کے پاس پڑھا ہے کہ ایک شخص نے اکثر بدوی عبد اللہ سے یہ بات سنی ہے کہ آپ نے
اوں سے کہہ دیا کہ میں نے تم کو کہہ دیا کہ اوں کی ہر بدعت اور تشدد کو پہنچائی ہے
اوس نے کہا وہ تو ابو حنیفہ کے پاس جایا کر۔ تہمیں نے طلب کیا کہ ایسا شخص جہاں
حنیفہ کے پاس جاتا ہے حکم نہیں کہ بائیکاٹ کرے بلکہ اوں کے پاس کہ اس کو بہت سزا ہو

پتے کھاکو وہ جانتے ہیں کہ ابو یوسف فضیل بن اسود سے اپنے خاندان کے لئے بہت سی
ادین کو اختیار کیا اور میں نے بھی وہی بات اختیار کی جو عبد اللہ پر لکھی گئی ہے۔ اس شخص سے
آپ اپنے بھائی ابو یوسف بن کلام کیا ہے۔ فرمایا یون تو سنیان بھی ادین میں کلام کرتے تھے
مگر جیسا ادین کے ساتھ بیٹھے اور ادین کا حال معلوم کیا تو نام ہو کر اس سے استفادہ کیا
کرتے تھے۔ ۱۔ نتھے

یہ بات سنا اور معلوم ہوئی کہ وکیع بن ابیہدین امام صاحب کے سخت مخالف تھے نہایت شہرت والی
صاحبِ رحم نے حجة الوداع میں نکاح کیا کہ شہداء شعیب بن وہب بن سنان نے نہایت کھدیا
کہ ابو یوسف نے حدیث کی مخالفت کی اور امام صاحب سے کچھ کہی مگر یہ جب امام صاحب
نے ان سے جواب دیا تو نہایت غضب سے کہہا کہ تو اس قابل ہے کہ قید کر دیا جائے
اور جب تک توبہ نہ کرے رہا نہ کیا جائے۔ اس کے بعد اونچی کی چھ حالت ہوئی کہ امام
صاحب کے مقتدر بلکہ شاگرد اور مقلد ہو گئے۔

یہاں یہ بات قابلِ یاد رکھنے کی ہے کہ حجة الوداع میں جو وکیع بن ابیہدین کا حال لکھا
اوس سے ہر شخص بھی خیال کریگا کہ وکیع بن امام صاحب کے سخت مخالف تھے اور جتنے
خالفانہ اقوال مل سکتے اوں کو امام صاحب کی توہین میں پیش کریگا حالانکہ اوں کے کلام میں
اس باب میں ملاحظہ فرمائیے اس لئے کہ کراۃ الیضا وغیرہ سے صاف ظاہر ہے کہ وہ
امام صاحب کے شاگرد اور مقلد ہو گئے تھے جس سے ظاہر ہے کہ انہوں نے
اوں تمام اقوال سے رجوع کیا ہے۔ اسی پر اور محدثین کے اقوال کا تمیاس کیا جائے
کہ مبرورایم امام صاحب کا ہاتھوں پر مطاع ہوتے اور اپنے اقوال سے رجوع کر کے
باتیں تھے یہاں تک کہ شدہ شدہ کلام انصاف امام صاحب کے موافق بلکہ مراجع ہوں
میں ہمیشہ یہ اقوال سے کتاب میں بھی لکھیں جن میں سے چند اس کتاب میں بھی لکھے
گئے۔ البتہ جن لوگوں پر نے انصاف سے کام نہیں لیا وہ اپنے خالفانہ اقوال پر دیکھ
رہے مگر ظاہر ہے کہ بے انصاف حاسدوں کی مخالفت نہ شمرنا قابلِ اعتبار ہے نہ عملاً
الاستدلال میں لکھا ہے کہ شمر بن عبد اللہ نے حضور نے حضور مجلس سے خطاب کر کے کہا کہ

اسے لگوں تو ہم سے ابو جعفر نے کہ کیا باپ میرے بھائی ہیں چنانچہ انہوں نے اپنی کھٹی ہریا
 لیکر ان کے ہاتھ میں دے دی۔ اس کے بعد ان کی باپ کی چاہ سے میں نے ان کو سب سے شریک کی خواہش
 اس وقت تک کہ ان سے منقول ہوا کہ اس روایت سے ظاہر ہے کہ ان کے ہاتھ میں آخری
 حیرت سے وہ تو یہ کہیں سے کچھ جانا تھا اقدال مکان لکھ چکے تھے۔

انہوں نے اس کو دیکھ کر حیرت سے کہنے لگے کہ یہ کون سا شخص ہے انہوں نے ان کی طرف اشارہ کیا
 کہ یہ وہ شخص ہے جو کہہ کر تھے تھے کہ ایک روز میرا نام ابو جعفر ہے کہہ پاس میرا سر کو فہم
 یہاں تھا کہ سفید شوری اور قتل کی خبریں اور جانیں سنا اور جو جعفر صادق وغیرہ قتل ہوئے۔

کہنے لگے کہ میں یہ خبر بھی سنی ہے کہ تم میں میں تیار کیا کہہ کر کہ تم یہ جو کہہ
 تمہارے خیر کا اندیشہ ہے اس لئے کہ یہ چلے جس لئے تیار کیا کہ وہ اب اس کو
 امام صاحب نے کہ ان اب میرا حال سننے میں یہ ہے کہ ان کے ہاتھ میں ایک کتاب ہے جس میں

صحابہ کے فیصلوں پر اور ان کی زندگی اور کتب کے نام ہیں ان پر اتفاق ہے اور اس کے
 بعد میں اس کتاب میں اور اس باب پر ہر سال ہر سال ہر سال ہر سال ہر سال ہر سال ہر سال ہر سال
 دو پھر اس کی گفت دگوئی ہے کہ یہ سب قائل ہیں کہ ان کو فوج صاحب اور ان کے زور

پر سہ دیتے تھے اور کوئی ان کے ساتھ نہیں جاتا۔ وقت اور وقت اس کے کہ ان کے
 سید الشہداء میں ہم نے نہ مانا کہ یہ وہ ہے کہ ان کے ہاتھ میں ایک کتاب ہے جس میں
 ہے کہ ابو جعفر علیہ السلام ان کے اجداد ہیں۔

غرض کہ اہل انصاف شیعوں نے وقتاً فوقتاً اس پر خیالات کیے۔ جو کہ ان کے ہاتھ میں ہے۔
 اور اس کے ساتھ ہی حاسد اور خیانت جو ان کے امام صاحب پر انگلیاں اٹھاتے اور ان کو دیکھتے
 اور ان کو ان کو زور تو یہ کہ ان کے ہاتھ میں ایک کتاب ہے جس میں ایک حدیث شروع کی جس کی ابتدا
 نکل جائیگی۔

موفق رہے کہ ان کے ہاتھ میں ایک کتاب ہے کہ ان کے ہاتھ میں ایک کتاب ہے کہ ان کے ہاتھ میں ایک کتاب ہے
 مقرر رہے کہ ان کے ہاتھ میں ایک کتاب ہے کہ ان کے ہاتھ میں ایک کتاب ہے کہ ان کے ہاتھ میں ایک کتاب ہے
 یہ بھی حدیث ابو جعفر ہے۔ شریک کسی کے کہ لا فرید یعنی ہم اور ان کی روایت نہیں پاتے

کہ انہیں اسکو بخانا۔ منہ و سچ کرنا حاشا انہما بنی ثمانیہ لوگ اوس روایت کو لکھنے لگے پھر
 ایک کھڑا فرمایا جو لوگ ابو حنیفہ کے نام کو بھی نہیں بھیجے جانتے تو ان کے فضل و تقدیم کو کیا جانیں
 باوجود اس کے کہ میں نے کہ ہم ان کی روایت تصحیح جانتے ایسے لوگ بڑے ہی بغین
 بلکہ روئے ہیں پھر فرمودہ سے فرمایا ایک جیسے تک تم لوگوں سے کوئی روایت بیان
 نہ کروں گا اے امام ذہبی رحمہ اللہ کہ انہما بنی ثمانیہ لوگ ابیہما بنی ثمانیہ بنی ثمانیہ
 سے شرا کر اور امام بخاری رحمہ اللہ سے استاذ میں اور غلام میں لکھا ہے کہ ان کی
 روایتیں کل صحاح ستہ میں موجود ہیں۔

خوار کہ نے کامقام بت کہ جب میر گوار نے تمام حلقہ کی طرف سے لافٹ پیدا کیا
 حاسنہ بنی ثمانیہ کا کس قدر اوس کو فوق تھا کہ ایسے حلیل القدر محدث جن کو خود چونے
 بھی استاذ تسلیم کیا تھا ان کی بات کو نام صاحب کے معاملہ میں نہ مانا۔ ہر خیر او ہون
 شدہ تھا کہ میر بھی یاد کر لیا کہ وہ میرے استاد میں جن کو حلال میں خوب جانتا ہوں مگر کچھ پروا
 نہ تھی اور امام صاحب کی توہین کر کے اوس کے دل پر ایسا حد مہر بھونچا یا کہ ایک
 جیسے تک اوس گستاخی سے بدلہ میں تمام اہل حلقہ کو ان فضائل العبادات سے محروم
 کر دیا۔ مگر ذہبی رحمہ اللہ نے نام بدل کر جوہری روایت پھر شروع کی اوس سے غرض اُن
 لوگوں کی حماقت نہایت کفری تھی کہ جو اتنا بھی بخید جانتے کہ ابو حنیفہ کون ہیں اور ثمان
 کون ایسے لوگ ایک سلم اور محقق شیخ پر بھیہ الزام لگائیں کہ کسی غیر متدین اور بے علم
 شخص سے روایت لی ہے کس درجہ کی حماقت اور بے باکی ہے۔ اور امام صاحب
 کے فضائل نہ جانتے والوں کو جو مروے قرار دے اوس کی وجہ بھیہ کہ ان کو
 ذرا بھی معنوی احساس ہوتا تو حاسدون کے اقوال اور امام صاحب کے احوال کا
 موازنہ کر کے حق و باطل میں امتیاز کر سکتے۔

یہ روایت امام بخاری رحمہ اللہ کی کہ اسحیل بن ابی بکر کہتے ہیں کہ ایک بار میں مکی بن ابراہیم کی
 مجلس میں حاضر تھا انہوں نے ایک روایت کو اتجاہ ابوہی کی حاشا ابو حنیفہ ایک
 شخص سے کہا حضرت ابن ابی عمیر کی کوئی روایت بیان کیجئے ابو حنیفہ کی روایت کی

ابا جہاں شاہنشاہ بن ثابت بھی۔ غنوی لوگوں کو تو حش و راجہ پہنچے ایک شخص جس نے برابر تاکہ بہت
 اور جہاں شاہنشاہ کو ان کے طلب کیجئے اگر کوئی دوسرے سے نواہن ہو اور تو قصداً تو شخص سے ان کو
 تو نہ ہو۔ مگر اوہ دونوں سب کے کہ کیا کہ ابو غنہ جو سفر نامہ جو تھے یہ سب سے بھی لوگ کہنے سے نہ ہو
 کیجئے۔ لیکن یہ سب کے کہ کیا کہ ابو غنہ جو سفر نامہ جو تھے یہ سب سے بھی لوگ کہنے سے نہ ہو
 اور ان کے سب کے کہ کیا کہ ابو غنہ جو سفر نامہ جو تھے یہ سب سے بھی لوگ کہنے سے نہ ہو
 اب جہاں شاہنشاہ سے زیادہ کوئی شخص تو ان کے نہیں۔ وہ تھے۔ سب سے زیادہ سارا اور فقیر پہنچے
 غنوی کو ان دونوں سے ان کے کہ کیا کہ ابو غنہ جو سفر نامہ جو تھے یہ سب سے بھی لوگ کہنے سے نہ ہو
 اور ان کو کوئی اور شخص کا اور سب سے زیادہ کوئی شخص

ان کے سب کے کہ کیا کہ ابو غنہ جو سفر نامہ جو تھے یہ سب سے بھی لوگ کہنے سے نہ ہو
 اقلہ ان کے سب کے کہ کیا کہ ابو غنہ جو سفر نامہ جو تھے یہ سب سے بھی لوگ کہنے سے نہ ہو
 شخص سے کہ کیا کہ ابو غنہ جو سفر نامہ جو تھے یہ سب سے بھی لوگ کہنے سے نہ ہو
 تو ہاں حق اللہ کہا جاتا ہے اور آیت خیر کے ساتھ خاص ہے

دیکھتے تھے تو وہ اور تو یہ کہ ابو غنہ جو سفر نامہ جو تھے یہ سب سے بھی لوگ کہنے سے نہ ہو
 کہ وہ نشانہ تھے تو یہ کہ ابو غنہ جو سفر نامہ جو تھے یہ سب سے بھی لوگ کہنے سے نہ ہو
 اصلاح کی توقع ہو سکتی کہ وہ تو ان کے کہ کیا کہ ابو غنہ جو سفر نامہ جو تھے یہ سب سے بھی لوگ کہنے سے نہ ہو
 تو یہ سب کے کہ کیا کہ ابو غنہ جو سفر نامہ جو تھے یہ سب سے بھی لوگ کہنے سے نہ ہو
 اس سے ظاہر ہے کہ مخالفوں میں ایسے مسخری بھی تھے جو امیر المؤمنین فی الحدیث ہی
 یہ وہ دوسرے بن مسخر کی گئے تھے بخلاف اس کے کہ ابام صاحب کے مداح تھے تھے تھے
 مناب میں دینا تو غوی میں ممتاز محدثین کے شیوخ تھے۔

ہوئے ابو غنہ جو سفر نامہ جو تھے یہ سب سے بھی لوگ کہنے سے نہ ہو
 (غالباً وہ واقعہ دوس تھا) ام ہنور سے کہ ابو غنہ جو سفر نامہ جو تھے یہ سب سے بھی لوگ کہنے سے نہ ہو
 چرخ را کہ کہا حضرت کیا اور سب سے زیادہ کوئی شخص بلکہ گئی۔ فرمایا خدا تعالیٰ کو بلکہ گئی کہ سب سے
 افسار سے ابو غنہ جو سفر نامہ جو تھے یہ سب سے بھی لوگ کہنے سے نہ ہو

اور غنیمت سنا دیکھا۔

امام صاحب کے توبہ کا قصہ ہے۔ یہ ہے کہ یہاں تک کہ آپ کا توبہ پر تامل نہ تھا تو اؤن سے نہ آئے۔
کہا کہ اہل سنت و جماعت کے شیخ ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اؤن سے آپ کو گناہ کیا اور پھر گناہ
اؤن کا اعتقاد ہے کہ جو شخص اؤن کے اعتقاد و انت کے مخالف ہو وہ کافر ہے۔
اس بنا پر امام صاحب سے کہا کہ ایسے شیخ کفر سے توبہ کرو۔ آپ نے کہا میں ہر کفر و
توبہ کرتا ہوں۔ اس کے بعد آپ کو پھر دیا گیا جب آپ مجھے نے تو کسی نے کہا دیا
کہ اؤن میں نے دہمو کا دیا اؤن کی مراد یہ ہے کہ تم جس کفر پر ہو اس سے توبہ
ہے۔ یہ سن کر آپ کو بلا دیا کہ اسے شیخ تم سے اس کفر سے توبہ کی جس پر تم ہیں
امام صاحب نے کہا یہ تم غفل سے کہتے ہو یا علم سے کہ اؤن سے توبہ یا احتیاط سے
فرماتا ہے ان بعض الظن اللہ اس آیت کے مطابق یہ حدیث صحیحہ ہے اور خطا
و تمہارے نزدیک کفر ہے اس لئے پھر تم کفر سے توبہ کرو اؤن میں ہے کہ اؤن
پہنچتے ہو ہم اپنے کفر سے توبہ کرتے ہیں مگر تم بھی توبہ کرو امام صاحب نے کہا
میں ہر کفر سے توبہ کرتا ہوں۔ یہ قصہ امام موصوفی اور کرمی نے اپنے ابو بکر بنی ہاشم
سے روایت کر کے اور بکا تو نقل کیا ہے کہ امام صاحب کے مخالفین جو کہنا
کرتے ہیں کہ اؤن سے دوبار توبہ لگیسی سو وہ بھی توبہ سے توبہ کو کہتے ہیں کہ توبہ سے توبہ
کی غرض سے وہ اس کو ذکر کیا کرتے ہیں کہ اؤن سے توبہ کی اقرار پر داری ہے یہ بھی
کہ صرف دوبار کے توبہ کا لفظ اؤن کو مل گیا اور اس پر ایک فریضہ یا قاسم کہ دی کہ
اور فسق و فجور اور مخالفت حدیث کا کو کیا ذکر نہ کیا۔ تو یہاں پہنچ کر کسی نے کہا کہ اؤن سے دوبار
توبہ لگیسی۔ یعنی توبہ پر قائم رہی نہ رہی بلکہ بار بار کفر ثابت ہو۔ یہ توبہ توبہ پر چھوڑ
جو بے باک اکثر چہرا اس قسم کے بے اصل الزام لگاتے ہیں تو ان کا یہ
کہنا کہ وہ حدیث نہیں جانتے تھے صرف اؤن سے توبہ سے توبہ لگائی نہ لگائی نہ لگائی نہ لگائی
بات ہے۔ مگر حدیث اؤن کو کون سے ہے جو یہ بات ہے اصل بات تو ان کی حدیث
اگر یہ حدیث نہیں جانتے کہ مخالفت کی سامنے کیا کیوں نہ ہو مخالفت سے توبہ ہو چکی ہے

لے کر کوئی سہارا لے کر چلا اور وہاں سے فرار ہو کر آئے۔ اس کے قول کی روایت کی اور اس سے کہ
 حضور نے میں ابو عیثہ سے ایسا کیا۔ اس کی ادب میں شخص سے کہا ہم طائوس کا قول قبول
 کر سکتے ہیں اور اب وہ یہ کہہ کر قتل کو دیوار پر دے مارے۔ تیسری فرمایا: یہ شخصیت خدا
 کی قسم اگر تو اس کو دیکھتا تو کچھ نہ کہتا اور وہ اسے دروغ قیام کر کے کہتا ہے اس کے
 قتل کو رو کرنا ہو سکتا۔

ہر جس کی خانہ ابن ابی سبکہ کرتے تھے کہ جو شخص ابو عیثہ کے باب میں اقرار کرتا
 ہم اس سے بدگمان ہو۔ تیسری فرمایا: اقرار کیا تو یہ کہ فرمایا یہ کہنا چاہا۔ کہ
 اس کے زمانہ میں کوئی ان کے علم انہما تھا۔ اچھا بدگمانی کی سبب دیکھی کہ اس نے
 ایسی بات کا انکار کیا جس کے تہہ تحقیق قاتل ہیں جس سے خیال کر لیا جاتا ہے کہ حامد و نکا
 انہما اس پر کار کر گیا۔ دیکھئے محمد بن محمد بن کو امام صاحب کے باب میں اس کی برکت و شہادت
 یہ نہ تھا وہ تو اس کے حامد اس زمانہ میں اس کثرت سے تھے کہ فقہ حنفیہ کو کہتے ہیں
 فروغ باب نہ نہایت سے اور اس کے آثار پر دانیوں سے حیدر نہایت حق نیت و باوجود
 چونکہ اہل حق کا فرض ہے کہ احتیاط حق میں مبالغہ کریں اس لئے ان حضرات کو اس قدر تشدد
 کرنے کی ضرورت ہوئی۔

ہر جس کی عبد العزیز بن ابی روادہ کہتے ہیں کہ ہمارے اہل روگوں کے صحیح میں ابو عیثہ میں
 جس نے اس کو بدعت رکھا ہم اس کو اہل سنت و جماعت سے کہتے ہیں اور جس نے
 اس کے ساتھ بغض رکھا ہم سب میں کہ وہ اہل بدعت سے ہے۔ اچھا
 دیکھئے سنی اور بدعتی کی کچھ مخالفت اس زمانہ میں قرار دی گئی تھی جو خیر الفروغ سے تھا۔ اہل
 انشاء ان کا کہہ سکتے کہ امام صاحب کی تقریر کے مقابل میں کوئی بدعتی شخص نہیں سکتا تھا جس کا
 اہل اوپر صلہ ہو اس وجہ سے کہ اہل بدعت باطلہ آپ کے دشمن اور اہل حق آپ کے
 دوست اور خیر خواہ تھے۔ اور چونکہ حامد امام صاحب کی توہین کرتے اہل بدعت کو تعویذ
 دیتے تھے اور حدیث شریف میں یہ من کثر ہوا و قوم فہم نہ دیکھتے ہو
 ان کی کثرت قوم کے شیعہ کو زیادہ کرنے وہ بھی اوصی میں سے ہے اس لئے اہل سنت

و جماعت نے یہ خبر سناخت کہ چونکہ ہمارے پاس ایک صاحب کا خانہ ہو وہ بھی بہت سے اس پر
 بار آئے تھے ہوا کہ بہت سے لوگ اس خانہ میں آکر رہ گئے تھے اور وہ بھی بہت سے لوگ
 سوئی اور فقہ حنفی بہت جلد شائع ہو گئی۔

ہر گز ان میں سے کسی ایک کو بھی نہیں جانتا تھا کہ یہ کونسی شخصیت ہے بلکہ ہر گز ان کو
 سمجھا ہی نہ گیا کہ یہ کونسی شخصیت ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ساتھ وہ بھی بہت سے لوگ
 مارے تھے کہ ان میں سے ایک کو بھی نہیں جانتا تھا کہ یہ کونسی شخصیت ہے بلکہ ہر گز ان کو
 کہا یا امدت نہ جانتا تھا کہ یہ کونسی شخصیت ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ بھی بہت سے لوگ
 نہیں جانتے تھے کہ یہ کونسی شخصیت ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ بھی بہت سے لوگ
 تھے اور زبان کو بری باتوں سے روکتے تھے بلکہ ان کی زبان میں تو ایسی باتیں تھیں کہ
 اولیاء اللہ میں ہونا محال تھیں اور اولیاء اللہ کی عمر جتنا سے ثابت ہے ان کو اس بارے میں
 احساس تھا کہ ان صاحب کی بدگوئی موجب عذاب الہی ہے بلکہ ان صاحب کی خصوصیت
 حاسدین اس کو کیا نہیں کرتے۔

حضرت عبد الغنی بن علی بن ابی طالب نے جو مدینہ میں رہے ان کے بارے میں یہ ہے
 کہ فرماتے تھے خدا کو اگر کسی شخص کو جو ابوہریرہؓ کے کو برائی سے یاد کرتا ہے
 شیخ ابراہیم بن محمد اور غیر کا قول ہے کہ انہوں نے ان صاحب کی نسبت کہا ہے کہ
 میں معاویہ کا حال میں ان صاحب کی طرح نہیں دیکھا ہے کہ ان کی نسبت کہا ہے کہ
 کہ وہ ہر وقت اور ہر حال میں اپنے آپ کو خدا کا حبیب سمجھتا تھا اور صاحب کی محبت کو
 شوق سے کرتا تھا کہ وہ ہر وقت اپنے آپ کو خدا کا حبیب سمجھتا تھا اور صاحب کی محبت کو
 فرماتے تھے کہ میں نے اپنے آپ کو خدا کا حبیب سمجھتا تھا اور صاحب کی محبت کو
 اور ان صاحب کی زبان میں کچھ ایسی باتیں تھیں کہ ان کو بھی نہیں جانتا تھا کہ یہ کونسی
 شخصیت ہے بلکہ ان کو بھی نہیں جانتا تھا کہ یہ کونسی شخصیت ہے اور ان صاحب کی محبت کو
 شوق سے کرتا تھا کہ وہ ہر وقت اپنے آپ کو خدا کا حبیب سمجھتا تھا اور صاحب کی محبت کو
 فرماتے تھے کہ میں نے اپنے آپ کو خدا کا حبیب سمجھتا تھا اور صاحب کی محبت کو

[illegible]

اور لہذا استاد ناموفق جمعہ الحلی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے التعلیق المجہد میں لکھا ہے کہ
 ایند جماعت نے امام صاحب کے مناقب میں کتابیں لکھی ہیں اگر اوں پر عمل کرے تو اللہ
 عزوجل یا شافی اللہم یا تو اوس کے ہم مذہب علماء کی تصانیف کو ہمیشہ سب کرین گے
 جیسے تصنیف الصیغہ موافقہ سید عثمانی از ریت الحدادین مولفہ ابن حجر مکی اور امام فہرین کی تصانیف
 جیسے تذکرہ اصفیاء اور شافیت اور وہ رسالہ جو خاص امام صاحب کے مناقب میں اور صفحہ
 میں لکھا ہے۔ اور ابن خلدون اور یافعی اور حافظ ابن حجر عسقلانی اور امام نووی اور امام غزالی
 وغیرہم کی تصانیف جن میں امام صاحب کے مناقب مذکور ہیں۔ اور اگر وہ مالکی ہو تو
 علیا۔ لے مالکیہ مثال حافظ ابن عبد البر وغیرہ کی تصانیف پر اوس کو مطلع کریں گے اور اگر حنبلی
 ہو تو تنویر الصیغہ فی مناقب ابن حنیفہ مولفہ یوسف بن عبد الہاد الحنبلی وغیرہ پیش کریں گے اور
 اگر تجتہد ہو تو حمزہ بن عبد الجبار اہل کتاب و سنت کی سب سے اوس کو مطلع کریں گے۔ اور اگر
 کوئی حاجی اہل مذہب ہو تو عوام کلا انعام کا اشتباہ ہی کیا۔ اسے دیکھنے صرف صاحب کشف
 المنون سے امام صاحب کے مناقب کی جو تیرہ جلدیں ہیں۔ دیکھیں۔ سے زیادہ کتابیں
 ہیں جنکی فہرست شمس العلماء ابو یوسف شیبانی صاحب نے سیرۃ النعمان میں لکھی ہے۔ غرض کہ
 اگر کسی صاحب اہل مذہب کو یہ پتہ چلے کہ امام صاحب کے مناقب میں کتنی کتابیں ہیں۔ تو وہ
 امام صاحب کے مناقب میں کتنی کتابیں ہیں۔ انہیں دیکھ کر کہے۔ اللہ عزوجل نے مجھے شقائق
 اللہ کی کتابیں دی ہیں۔ ان میں سے کتنی کتابیں ہیں اور کتنی کتابیں ہیں۔ اور کتنی کتابیں ہیں۔
 جہاں تک یہ تیرہ جلدیں امام صاحب کے مناقب میں ہیں۔ انہیں دیکھ کر کہے۔ اللہ عزوجل نے مجھے
 اور انہیں ان کے ساتھ دینے میں شرم نہ لے جو وہ تیرہ جلدیں امام صاحب کے مناقب میں ہیں انہیں دینے

کر لینے والے صاحبین پر بڑے تھے اور جو الزام دے لگاتے تھے اکابر محدثین کی جماعت کثیر ہو گئی گواہی اور تمام الزاموں سے امام صاحب کو بری کر رہی ہے۔ اور اسی سے بعد بھی ثابت ہوتا ہے کہ الزام کیا گیا تھا خدا تعالیٰ لا علیہ ولا علیہ ولا علیہ کہ ایسے لوگوں کی بات قابل اعتبار نہیں ہو سکتی۔ سمیر خاں اکابر محدثین کے نائب ہوئے اور توثیق کرنے سے بعد ضرور مانتا پڑے گا کہ امام صاحب اور تمام الزاموں سے بری ہیں جنکو مخالفت اقل محفل بنا کر غالبین جن کو امام صاحب سے بدظن کر کے تہمین اور مہمدان آئے تھے ان بعض الطعن اٹھ خود بھی گناہ میں پڑے ہیں اور ان کو بھی گناہ میں ڈالتے ہیں نفوذ بالمد من شرور انفسا ومن بنیات اعمالنا۔

جب حدیث میں یہ بات معلوم ہو گئی کہ اکابر محدثین نے اہل بین امام صاحب پر جو الزام لگائے سب سے تو یہ کہ ان کے علم و فضل اور ورع کا اعتراف کر لیا تو اس کے بعد کوئی طعن قابل توجہ نہ رہا مگر مزید توضیح کے لئے بعض مطاعن میں تفصیلی بحث بھی کی جاتی ہے امام صاحب پر ایک طعن بھی کیا جاتا ہے کہ وہ حدیث نہیں جانتے تھے۔ اسکا جواب مباحث سابقہ سے ظاہر ہے کہ اکابر محدثین نے اعتراف کیا ہے کہ امام صاحب علم و تفقہ میں بے مثل و بے نظیر تھے اس سے ان کی حدیث دانی کا حال خود معلوم ہو گیا کیونکہ اس زمانہ میں سوائے قرآن و حدیث کے مسلمانوں میں کوئی علم ایسا نہ تھا جس کے جاننے والے کو عالم کہتے تھے اور جو نہیں ہو سکتا کہ امام صاحب کے علم کی تحریف کرنے والوں کو مراد اسے ہو کیونکہ ابن عبد البر نے کتاب جامع بین العلم و فضلہ کے باب معرفۃ اصول العلم میں لکھا ہے کہ مقتدین اور متاخرین کا اس پر اتفاق ہے کہ اسے کو علم نہیں کہتے اور ایک جماعت نے خاص حدیث کی تصریح بھی کر دی ہے اور ابیر المؤمنین فی الحدیث لے لے ایک مبارک رم نے اہل حدیث دانی کی وجہ سے امام اعظم کہا ہے۔ ایک چھٹین نے خبر دی ہے کہ منظرہ (جو صرف اہل حق کے لئے کیا جاتا ہے) اس میں امام صاحب پر کوئی غالب نہیں آتا تھا اس سے بھی ان کی حدیث دانی

ظاہر ہے کیونکہ اگر حدیث ہی جانتے تھے تو دلیل کیا پیش کرتے ہو گئے۔ پھر
 جوق جوق محدثین درود و رسم سے آکر حلقہ درس میں جو شرابک ہوتے تھے کوئی نول
 بات نہیں بلکہ اون کے سترم علمی اور علماء دین ممتاز ہونے کی ناک و مانع دلیل ہے
 بات یہ ہے کہ امام صاحب جس زمانہ میں تھے وہ شباب علم کا زمانہ تھا اور اس کے
 بعد اخطا ط شروع ہو گیا اور جس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے ہٹا گیا۔
 علم میں کمی آتی گئی دیکھ لیجئے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ محدثین نے آنھویں طبقہ میں لکھا ہے
 اور امام بخاری رحمہ اللہ کو زین طبقہ میں اس ایک ہی طبقہ کے تقدم و تاخير میں علم کی اس قدر
 کمی ہوئی کہ ایک بار گی چہ لاکھ سے زیادہ صحیح حدیثیں جاتی رہیں اور صرف ایک لاکھ و
 گئیں جس کا ثبوت اس سے ہوتا ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ سات لاکھ سے زیادہ صحیح حدیثوں
 کی خبر دیتے ہیں جو اون کو یاد تھیں اور امام بخاری رحمہ اللہ کو ان میں سے صرف ایک لاکھ
 صحیح حدیثیں پہنچیں کیونکہ نہ صحیح حدیث ہے کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم لا یأتی علیکم من مان الا الذی بعدہ لا شئ منہ حدیث سوانۃ البخاری
 یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ ہر زمانہ کے بعد والا زمانہ بدتر ہو گا۔ انتہی
 اب اس صحیح حدیث کے مقابلہ میں کون کہہ سکتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا زمانہ امام
 صاحب کے زمانہ سے فضیلت علمی میں بہتر تھا۔ جب زین طبقہ کی نسبت آنھویں طبقہ
 میں علم اس قدر زیادہ تھا تو امام صاحب پانچویں طبقہ میں تھے قیاس کیجئے کہ اس زمانہ میں
 کس قدر علم ہو گا اور زین طبقہ کو اس کے ساتھ کیا نسبت یہی وجہ ہے کہ ابو جریج
 امام بخاری رحمہ اللہ نے طلب علم میں نہایت کوشش کی مگر صرف ایک ہزار اسی ہشتاد و تین کو
 ملے جیسا کہ مقدمہ فتح الباری میں لکھا ہے اور اوپر معلوم ہوا کہ امام صاحب کے چار ہزار
 استاد تھے جن سے امام صاحب نے صرف حدیثیں حاصل کی تھیں۔

اب تعصب کو ایک طرف رکھ کے امام صاحب اور امام بخاری رحمہما اللہ کے علم کا موازنہ
 کیا جائے تو معلوم ہو کہ زین کے علم میں کس قدر تفاوت ہے امام صاحب اور
 زمانہ میں تھے جس کا خیر القرون ہونا عادیث صحیحہ سے ثابت ہے جو دینی اور علمی بہت

وسائط اور قلمت تدین کی وجہ سے ایسی حدیثیں بہت کم ملین جن کے اسناد وین کے
 کل راوی مستند اور مقبول ہوں اس لئے بہت سی حدیثیں کو ساقط الاعتبار کر کے
 کی ضرورت ہوئی چنانچہ کثرت میں ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ کثرت رجال
 الاسناد اعتباراً جالنا قد لا رالی کثرت البعث عن احی السناد وعلی جو محدثین
 کو مطلوب اور مرغوب ہوتا ہے اس کی انتہی وجہ ہے کہ جس قدر اسناد میں لوگ کم ہوں گے
 ان میں کم ہو گا جیسا کہ ابن صلاح رحمہ اللہ نے لکھا ہے العالی بعد الاسناد
 من الخلل لان حکم واحد من رجاله یحتل ان یقع الخلل من جهة
 سہو او عمداً ان فی قتلہ وقلتہ جماعات الخلل و فی کثرتہ کثرة جماعات
 الخلل و ہذا الجلی فی الضمیر۔ حاصل یہ کہ جس قدر رجال اسناد میں کم ہوں خلل کا اندیشہ
 کم ہے اور جس قدر کثرت ہو وہی کم ہے۔ دیکھئے کہ امام صاحب چونکہ پانچویں طبقہ میں
 ہیں اس لئے ان کی اسناد میں رجال بہت کم ہوتے تھے تقریباً کل اساتذہ تابعی تھے
 جن کا اہل خبر و تدوین ہونا اس حدیث شریف سے ثابت ہے جو بخاری شریف
 میں ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیر الناس قرنی شہ الذین
 یلوہم الذین یاو یفسد فیہم الخلیفی قوم یسبق شہادۃ احدہم یمینہ
 و یمینہ شہادۃ اہل یک روایت میں ہے شہ فی شہو الکذب۔ اور قطع نظر
 اس سے اہل تدوین جب کسی سے روایت لیتے ہیں پہلے ان کو جانچ لیتے ہیں کیونکہ
 خبر میں وارد ہے کہ جس سے علم لیتے ہیں پہلے دیکھ لو کہ وہ اس قابل ہے یا
 نہیں۔ سنن ابن ماجہ عن علی کرم اللہ وجہہ النظر وامن تاخذون
 عند العوام ناثر اھو الذین۔ نکتہ میں ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اگرچہ امام بخاری
 کے سنن شریف میں بیان کیا گیا ہے لیکن چونکہ امام بخاری رحمہ اللہ کو ان سے ملاقات تھی
 اور ان کے احوال کو خوب دریافت کر چکے تھے اس لئے ان کی روایت مستند
 سمجھی جاتی ہے۔ سنن ابی داؤد عن النضر بن اوس عن اھو البخاری عن نضر بن اھو
 شہو۔ شیوخہ الذین ینسبہم و عرف اھو المصنف و اطلع علی احادیثہم

فیؤخذ ہا من سون بھا الخلاف مسلم فان اکثرہ من تفرقہ یتمخض لہم حدیثہ
 من تکلّم فیہ من المتعذّرين ولا مشاھد ان المرء اللہ وعرفۃ لحدیث
 تسیو حہم و نصیحہ حدیثہم من ضعیفہ ہوں تقدیر عن عصرہم سلیح
 امام صاحب نے جن کو استا و بنایا تھا امین کے تدبیر سے کہ بڑی زحمت سے
 وجہ سے اور ان کے معتبر اور موثق ہونے میں کلام ہی نہیں رہا ہے اور ان کے اسباب
 سوا اگر وہ صحابہ میں ہیں تو ان میں کون کلام کر سکا کہ وہ سب حدیث میں نہ داخل
 تعدیل کی ضرورت ہے نہ ان کی حدیث کے لئے متابع اور شاہد کی تلاش کرنے
 کی احتیاج اور اگر وہ بھی تابعی ہیں تو ان میں بھی بحث کرنے کی چند ان ضرورت نہیں
 کیونکہ یہ زمانہ بشر بالخیر ہونے کی وجہ سے ان حضرات میں کذب کا احتمال بہت ہی
 ضعیف ہے اور اگر توثیق کے لئے متابع اور شاہد کی ضرورت ہوئی بھی تو ایک حدیث
 اوس کے لئے کافی ہیں۔ میزان الاعتدال میں امام ذہبی رحمہ نے علی بن عبد اللہ کے
 حال میں امام بخاری رحمہ کا قول نقل کیا ہے بل الشک الحافظ اذا الفرد باحدیث کان
 اسفع لہ و اکمل لتوبۃ و اول علی اعتناہ بعلم الاثر و ضبطہ و ان اخر
 الاشیاء ما عرف فیہا اللہم الا ان تبیین شاططہ و دھبہ فی الشئ فیرت ذلت
 فانظر اول شی الی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم تکبیرہ و تکرارہ
 ما ینہم احدا لا قد اقر فی سنتہ اذ قال لا یضد الحدیث لا یتابع علیہ
 لذلت التابعون کل و احد عندہ ما لیس عند الآخر من العادۃ و ما یخاف من
 کے اس قول سے تو صاف ظاہر ہے کہ صحابہ اور تابعین سے جو روایت لی جاتی تھی اوسکی
 توثیق کے لئے اس تحقیق کی حاجت نہ تھی کہ کسی دوسرے نے بھی نہ روایت کی ہے۔
 یا اوس کے معنی میں دوسری روایت بھی وارد ہے یا نہیں۔ الحاصل انھوں نے اور تابعین
 طبقہ والوں کو ایک ایک حدیث کے لئے سو سو طریقے معلوم کرنے کی ضرورت تھی
 جس کی وجہ سے ایک ایک حدیث سو سو حدیثیں بن جاتی تھیں اور قدامت سے پہلے
 انہوں نے حدیثیں متاخرین کو پہنچنے تک لاکھوں کے شمار میں آجاتی تھیں جس کا حال

بعض جہاں شخصوں کے ذریعہ سے یا منقطع اسناد سے متاخرین کو پہنچتی ہے
 وہ صحیح نہیں یا بالکل پرہیزگار ہی نہیں۔ قدرے کے پاس آگے چل کر یہ بھی غلطی ہو سکتی ہے
 سینہ ان میں ان کتابوں سے کئی حصے زیادہ تھیں نیز ان میں وہ ایسی چیزیں ہوتی ہیں
 کہ کوئی واقعہ شخص اس میں ٹھیک نہیں کر سکتا یا نہایت کم تحقیق کی بنا پر کہہ سکتے
 ہیں کہ جو صحیح روایتیں امام صاحب کو چاہے ہزار ستار استناد دار، سند پر مشتمل ہوں
 اور نوین طبقہ والوں کو ان میں سے ایک حصہ تو پہنچا دے یا ہزار اور جو حصہ پہنچے ہو
 اوس میں سے بہت سی حدیثیں درج صحت سے ساتھ کہیں۔ انہیں ان کے ساتھ ساتھ
 کام لیا جائے تو ہم ماننا پڑے گا کہ جو صحیح روایتیں امام صاحب کو پہنچیں وہ ان کے ساتھ
 کہ پہنچتی تھیں اور جو غیر صحیح حدیثوں کا امام صاحب کے پاس پہنچا تھا ان کے ساتھ
 اس تقریر سے اس اعتراض کا بھی جواب ہو گیا کہ امام صاحب کے پاس نہایت
 تحقیق اور تدوین احادیث کی ہوتی اس لئے جو حدیثیں صحیح تھیں وہ ان کے ساتھ
 اس میں ٹھیک نہیں کہ اوس زمانہ میں تحقیق اور حدیث شریف بہت ہی کمی تھی یا نہایت
 اس تحقیق کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرسل حدیثوں کو امام صاحب نے زیادہ تر غیر تحقیق سے
 نزدیک مسلم حتیٰ ضعف ہو گئیں۔ اگر مرسل کا کفارہ اور صحیح سند پر نہ ہو تو امام صاحب
 کی صحت کو شیعہ قائل کہہ سکتے ہیں نیز یہ کہ امام صاحب نے انہیں ان کے ساتھ
 نوین طبقہ والوں کے خیال سے نہایت زیادہ مانا ہے نیز جو حدیثیں ان کے ساتھ
 نہ تھا ان کے اس سے ملنے والوں سے نہ ان کے ان کے ساتھ نہ ان کے ساتھ نہ ان کے ساتھ
 تصدیق کی اوس زمانہ کی کل حدیثیں جو ان نئی تصنیفوں میں نہیں تھیں
 سب غلط یا ضعیف تھیں۔ قدرے نے امام صاحب کو جو حدیثیں انہیں کیا اوس کی وجہ یہ ہے
 کہ تدوین احادیث کا مسئلہ اوس زمانہ میں مختلف فیہ تھا چنانچہ امام صاحب کو پہنچنے
 تدریب الراوی میں لکھا ہے کہ ابن عمر زیاد بن ابی اسحاق - ابو حمزہ - ابو سعید خدری
 ابو ہریرہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم اس کو ملے وہ یہ بتاتے تھے اس وجہ سے کہ
 یہ حدیثیں نہایت زیادہ مسلم شریف تھیں۔ ان کے ساتھ ساتھ امام صاحب کے ساتھ

قال لا تدعوا عني شيئا الا القرآن ومن كتب عني شيئا غيى القرآن
فليس بي مني حضرت نے فرمایا کہ مجھے سوائے قرآن کے کچھ بت لکھو اور اگر کسی نے کچھ
لکھا ہو تو مٹا دے۔ اور بعض روایات جو اس کتاب پر بھی وارد ہیں۔ پھر جو حضرات کتابت
کو جائز رکھتے تھے انہوں نے بھی تدوین کتب کو جائز نہیں رکھا جنانچہ عمر رضی اللہ عنہ
بارہویہ کتابت حدیث کو جائز نہ کہتے تھے اور تدوین و ایضاً میں صحابہ سے مشورہ
لیا اور سب نے جمع کرنے کی راسخ بھی دی مگر بہت نہ تھی۔ اور ایک جیسے تک
اس باب میں استخارہ کر کے اسے آخر کیا کہ میں نے سفر کو جمع کرنے کا ارادہ کیا
تھا لیکن مجھے یہ بات یاد آئی کہ گذشتہ امتوں کے لوگوں نے کتابیں کتبہیں اور
انہیں میں متحول ہو گئے اور خدا نے نقل لے لی کتابوں کو چھوڑ کر۔ خدا کی قسم میں
اس کتاب اللہ کو کسی چیز کے ساتھ ملا کر دیکھا نہ تھا۔ اور تذکرہ الحفاظ میں امام ذہبی رحمہ
لہ لکھا ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میرے والدین نے بانسو
حدیثیں جمع کیں تھیں ایک رات میں سنے اور کو دیکھا کہ بستر پر بے چین اور
کمر میں بدل رہے ہیں۔ سو پوچھا کیا کوئی شے تیرا لاشی ہوئی ہے یا
کوئی متوحش خبر پہنچی ہے جس سے بے چین ہیں کچھ جواب نہ دیا اور
صبح ہوتے ہی فرمایا اسے اڑا کی وہ احادیث جو تمہارے پاس رکھی ہیں لے آؤ
جب میں نے لے گئی تو آگ لگ گئی اور جلایا۔ میں نے جلائے کا سبب دریافت کیا
تو فرمایا مجھے اس بات کا خوف ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں مرجاؤں اور وہ چیزیں
میرے پاس رہیں اور ان میں کسی ایسے شخص کی روایتیں بھی ہوں جس کو
میں نے امانت نہ سمجھا اور اس کے روایتوں کی توثیق کی اور دراصل وہ
ایسی نہ تھیں جیسے اس نے بیان کیا اور وہیں ان کے نقل کرنے کا باعث
ہو جاؤں۔ انھی۔ جو کچھ وہ ابتدائی زمانہ اسلام تھا اور قاعدہ کی بات ہے
کہ ہر چیز کی ابتدا میں کمال درجہ کی احتیاط اور اقدام کی پابندیاں اور رعایتیں ہوا
کرتی ہیں اس لئے ایک مدت تک یہ احتیاط جاری رہی کہ جب کسی سے حدیث لیتے تو

[illegible]

جس کے نتیجہ میں غرور ہوئی۔ ہے ان وجوہ سے اوس حدیث پر عمل نہیں کیا جاتا۔ اگر غیر اہل بیت
 کے کہ کوئی عالم کسی حدیث کو اپنی رائے سے رد کرے تو اوس کی عدالت باقی نہیں رہ سکتی یہ جان کر
 وہ امام سمجھتا جائے اور ابو حنیفہ و زریر و سوائے اس کے یہ الزام بھی لگا گیا کہ وہ مرجی ہوتے
 اور اوس کے سوا جس کو وجہ سے ایسی ایسی باتیں اون کی نسبت تراشی گئیں کہ اوس کے لائق
 نہیں حالانکہ ایک جامع علمائے اہل بیت شریف نے اسے رد کیا اور ان کی فضیلت کا اعتراف کیا ہے
 اگرچہ ان میں غرضت ہوگی تو اودیکے فضائل میں ایک کتاب لکھینگے انھی نسخہ اب دیکھئے۔ ایسے
 مستند و دور رس کے بشر جن شخص امام صاحب کے خاص فضائل میں ایک کتاب لکھنے کو
 تہ و تہیہ میں اوس سے ہر شخص سمجھتا ہے کہ امام صاحب کی رائے اس سے کہ نزدیک
 محدود تھی بلکہ سوسہ۔ الحاصل انکا ہر محدثین کی تصریحات سے ثابت ہے کہ امام صاحب ان
 اہل اس کے میں سمجھا جاتے تھے۔ جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے اہل بیت دین
 اور فضیلت میں۔ شیخ نعیم رحمہ اللہ جس سے آپ کا کمال انفعیات اور عظمت ثابت ہے جو وہ
 محدثین کو غیباً نہیں سکا۔ خزانہ الذکر کہ وہ نسب گوارا تھا وہ تو ہمیشہ مع خود ہائے ان کا کریں گے
 رہے ہیں۔ اتنی معلوم ہے کہ وہ ربش اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کو دیا میں بارہ ہجرت و ان
 باہمی یہ اور اس سے یہ قیامہ جاوید اس کے رکھ لے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑا شاگرد
 خانہ و باہر تھے جن سے جوت جوت اہل بیت ان کا اسلام لاتے۔ جاتے تھے ایسے ہیچ و وہ کو
 نے سحر و رول اس بات کی خبر دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صاحب ہیں انہو ذوالنہد میں ذاکا
 اسی طرح قرآن کو اساطیر الاولین یعنی کہ انبیاء کہتے تھے اس قرینہ سے کہ اوس میں اسامی بقہ
 واقعات بھی مذکور ہیں حالانکہ اردن ہجرت انکے واقعات میں کہ قدر فوائد و منافع محفوظ ہیں یہ کہ
 زمانہ میں اہل مذاہب باطلہ رسد لکھ لکھ کر انادیش کو رد کر دیا کرتے تھے جیسا کہ ابن عبد البر
 جامع البیرون لکھا ہے کہ ہر دفعہ ہجرت راست سے ہجرت کو رد کرتے تھے چنانچہ انکا قرآن
 ہے کہ نیامت میں بھی رویت الطور انہو کی کہ نہ ہر میت ہجرت و غیرہ لازماً ہی ہجرت ہجرت
 ہجرت حدیث انکا قیامہ میں لکھ یوں۔ ان کا یہ کہ وہ کہہ کر باور و قولہ تعالیٰ و ہجرت میں نہ ہجرت
 انکا یہاں انظر میں نہیں تاویلین کہیں نہ بلکہ اس باب سے میں نہ اہل بیت اور انکا ہجرت ہجرت

Handwritten text in Urdu script, likely a historical document or manuscript. The text is dense and covers most of the page.

مسئمت طامی پر چوڑا کر دیا کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اکابر محدثین نے اس جماعت اہل الرائے
میں نہ کوئی نہ کیا ہے جس کا ایسا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے ہوئی
ہو نہ جس کا اس کے شاگرد بن جو سمجھی جاتی ہے۔ غرض کہ اکابر محدثین سے
ماہر احباب کو جماعت کو اہل الرائے کے لقب سے ماہر کیا وہ بدعتی سے نہ تھا
بلکہ اوس سے اس کی فتح مقصود تھی۔

اب ہم چند انت فی تقلیدین کی خدمت میں گزارش کرتے ہیں کہ حجاب امیر المؤمنین فی السنیۃ
وغیرہ شیوخ محدثین کی گوہریوں سے ثابت ہو گیا کہ لاکھوں جاوید صحیحہ کلمہ ہو گئے ہیں اور اکابر
محدثین نے فقہ پر عمل کیا اور اگر وہ اہل اسلام ہر ملک و دیار کے قریب بعد قرن تقلید
فقہ پر عمل کرتے آئے تب اب اہل اسلام تقلید سے کیوں روکے جاتے ہیں۔ اور
جو فقہ کیا جاتا ہے کہ فقہ کے چند مسائل کا وہی ہے جو وہ کہ مخالفین سے وہ قبول
مندیوں اس لئے کیا پر حدیثین نے فقہ کو فقہ حدیث کہا ہے اور وہ اس وقت ہوا
آئی کہ وہ مسائل وہ سرکار کا وہی ہے کہ سوائے ان کے سوائے ان کے ہونا امام بخاری رحمہ
اللہ کی شہادت سے ثابت ہے۔ اگر ایسا ہے تو ان والے فقہ بھی اعتبار کے قابل خصوصاً بخاری
شریف بھی قابل اعتبار نہ رہے گی کیونکہ اوس میں حدیثیں ہیں سب وہ ہیں جو فقہیہ مسلح
فقیہین ہو سکتے ہیں اور اس کو مستند علیہ بنانے والی کون چیز ہے ہی قرینہ خانیہ ہے۔ لیکن
جہالت دشمنان منصف رہے۔ ہاں اگر صحیبات ثابت ہو جائی کہ کل صحیح حدیثیں بخاری شریف میں ہو
ہیں اور کوئی تلف نہ ہو یا امام بخاری نے کل واجب العمل حدیثوں کو جمع کر دیا۔ ہے
اور انھی کا واجب العمل ہونا کسی صحیح حدیث سے ثابت ہو جائے تو ہم کہہ سکتے تھے کہ فقہی
وہ مسائل بخلاف حدیث ہیں مگر کچھ وہ وہی امر نہ ثابت ہوئے نہ ہو سکتے ہیں۔ پھر صرف
احتمال پر فقہ کو بے اعتبار نہ کیا ہو کچھ صحیح ہو گا اور احتمال بھی کیسا کہ اکابر محدثین کی تفسیرات
اوس کو رد کر رہی ہیں کیونکہ اوسمیں نے صاف کھدیا کہ فقہ حنیفہ حدیثوں کی تفسیر ہے
پھر کچھ بات بھی قابل توجہ ہے کہ اکابر علماء جن میں ہزار ہا مابین حدیث ہیں برابر تقلید
نہاں کر کے آئے اور بلا واسطہ امیر میں جس قدر مقلدین کی اکثریت ہے محتاج بیان

نہیں۔ اہل نجد باوجود یک نہایت تشدد و سرکشی مگر بہی خد بلدین شمار کئے جاتے ہیں۔ ان کے
تقریباً کل اہل سنت و جماعت و علماء دین ان میں گنہگار اور مستحق وہ نزع قرار دیا گیا ہے۔
ہوگا۔ اس موقع پر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اہل حق و تقویٰ سے صحت ہو کر تہذیب و تمدن
نقدیر اس سے بڑھ کر اگرچہ بڑی تباہ کن ہے لیکن توکل فرماں باطلہ اہل سنت و جماعت کے
سامنے شیعہ علماء کا ہر اپنی اہمیت کو ثابت کرنے کی دلیل بناتا ہے کیونکہ کہیں نہ ان میں کسی فرقہ کے
لوگوں کی تعداد اہل سنت کی تعداد کو نہیں پہنچتی۔

ادنیٰ تامل سے ظاہر ہو سکتا ہے کہ گمراہ اتواہل سکوت و جہل پناہ ہے جو قرون اور ہشتاد و مائے
او مقلدین کے۔ یہ سب کام راستہ قرآن و حدیث پر۔ یہ سب کیونکہ فقہ حنفیہ قرون و حدیث بھی
کا خلاف مشابہت کرتے ہیں جس پر اکابر مجتہدین نے بھی کراہی دی ہے۔ اور یہ کہ یہ تہذیب
نہیں ہو سکتی کہ چنانچہ شریعت میں تمام اہل سنت و جماعت پر جمع۔ یہ سب باوجود سبب کا خلاف ہے
یاں جو اپنے دلائل و قرائن کے۔ اس کا قرینہ ہے کہ یہ سب اہل مقلدین کی طرح گمراہ اور رو
بنائے جہل ہیں کہ اس قدر ظلم اور مصلحت و ملامت سے کہ جس قدر و وسعت۔ حکم تو سبب ہوتا
ہے کہ کوئی اجماع و اہل انوفا اور حیا و عمل بھی ہو رہا ہے کہ اگر کسی چلے تو پستلے مشابہت
کا خاتمہ کرو یا جائے اور اس پر دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ پچھلے کھوکھو اور کھوکھو
کیا جائے چنانچہ اسی بنا پر شیعہ باریٹ اور مقدمہ باز اہل حق و رشتی ہیں جس میں اہل حق
کا زور و زور ہے انتہا خراج ہوتا رہتا ہے اور اس خانہ جنگی کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ دوسرے
اقوام اور اہل مذاہب باطلہ موقع پا کر اسلام پر حملہ چلے گئے جاتے ہیں چنانچہ شیعہ اہل سنت
میں خدا شنہ پیدا کر کے لاکھوں مسلمانوں کو اہل حق و رشتی لڑا کر دیا کہ عیسائی اور ہر
و غیرہ بنا ڈالا۔ اگر طرفین کے علماء متفقہ کوشش سے مخالفین کی مداخلت کر کے تہذیب و تمدن
تھا کہ اسلام کے مقابلہ میں کوئی سر اٹھا سکتا۔ انوس سب سے کہ جس قدر طبیعت کا زور ہو
اس میں صرف کیا جاتا ہے کہ چند فقہی مسائل احادیث کے مخالف ثابت ہو جائیں چنانچہ
جب سے بخاری شریف بنی سے بھی مسائل حرکتہ الہ اور اسے اور طرفین سے سوال نہ
جواب ہو نہ کئے جو کتابوں میں نہ کوئی کتاب اب ان مجتہدین کے کوئی نام نہ جو یہ غیر ہر

